تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہٖ لیکون للعلمین نذیرا۰

مذہبی اور علمی تحقیقی رسالہ

ربوہ
پاکستان

ماہنامہ الفرقان

دسمبر ۱۹۵۷ء

"جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدم رکھیں گے ان کو آسمان پر مقدم رکھا جائیگا"

(حضرت بانی سلسلہ احمدیہ)

سالانہ چندہ پیشگی

پاکستان :- پانچ روپے

بیرونی ممالک :- سات روپے یا بارہ شلنگ

ایڈیٹر

ابوالعطاء

جالندھری

تبصرہ

"اسلام پر ایک نظر"

(از جناب مولانا عبد المجید صاحب سالک - لاہور)

مستشرقینِ مغرب نے اسلام پر بے اندازہ لٹریچر مہیا کیا ہے۔ جس میں اکثر تعصب یا جہالت کی وجہ سے ناقص اور مضر ہے۔ اور ہمارے مبلغین نے اس پر اکثر اعتراضات کئے ہیں۔ اس حالت میں اگر کسی مستشرق کی ایسی تحریر نظروں سے گزرتی ہے۔ جو صحیح الخیالی اور صحیح النظری کی مظہر ہو تو بے انتہا مسرت ہوتی ہے اطالیہ کی مشہور فاضلہ خاتون پروفیسر ڈاکٹر ڈگلیری کی کتاب "تعبیر اسلام" اگرچہ مختصر ہے۔ لیکن اس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس خاتون کو علمی بالغ نظری کے علاوہ قبولِ حق کے لئے ایک سعید روح ودیعت ہوئی ہے۔ موصوفہ نے اسلام کی ابتداء۔ اس کے عقائد۔ اس کی اشاعت۔ اس کی فتوحات۔ اس کی تعلیمات کی ترقی اور تنزل کے متعلق جن معلومات وخیالات کا اظہار کیا ہے۔ وہ آجکل کے پڑھے لکھے مسلمانوں کے خیالات سے ہرگز مختلف نہیں۔

اسلام پر بعض مخالفین کے اعتراضات کا جواب خاتون موصوفہ نے نہایت قطعیت اور معقولیت سے دیا ہے۔ اور اپنی تمام تر تحقیق سے یہ نتیجہ مترتب کیا ہے کہ آجکل کے مسلمانوں میں جو کمزوریاں اور جہالتیں پائی جاتی ہیں ان کے وہ خود ذمہ دار ہیں۔ اسلام اور اس تعلیمات کا اس میں کوئی قصور نہیں۔ مسلمان جب کبھی قرآنِ حکیم سے کسبِ فیض کریں گے۔ وہ اُسے ایسا ہی مکمل اور فیض رساں پائیں گے جیسا وہ ہمیشہ سے چلا آیا ہے۔

شیخ محمد احمد صاحب مظہر ایڈووکیٹ لائلپور کا علمی واسلامی ذوق قابلِ تحسین ہے کہ انہوں نے ڈاکٹر ڈگلیری کی اس کتاب کا اردو میں ترجمہ بے حد احتیاط واہتمام سے کیا۔ چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کا لکھا ہوا ایک دیباچہ بھی شامل ہے۔ میرے نزدیک ہر تعلیم یافتہ مسلمان کو اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیئے جو باعثِ ازدیادِ ایمان ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کی مؤلف اور مترجم اور ناشر سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

مسلم ٹاؤن لاہور ۲۸ راکتوبر ۱۹۵۷ء

عبد المجید سالک

ملنے کا پتہ: **مکتبہ الفرقان** - ربوہ - قیمت دس آنے صرف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دسمبر ۱۹۵۷ء | الفرقان — ربوہ (پاکستان) | جلد ۷ شمارہ ۱۲

ضروری اطلاع اور معذرت

احباب کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ حکومتِ پاکستان کے محکمہ متعلقہ کی طرف سے اس مرتبہ نیوز پرنٹ کا پرمٹ نہ ملنے کے باعث الفرقان پورے صفحات پر شائع نہیں ہو رہا۔ لاہور دو مرتبہ جانے کے باوجود یہ جواب مل گیا ہے۔ کہ اس ماہ حکومت انتظام کرنے سے قاصر ہے۔ اگلے ماہ تک کاغذ آ جائے گا۔ امید ہے کہ احباب ہماری معذرت کو قبول فرمائیں گے۔

الفرقان کا آئندہ نمبر ایک خاص نمبر ہے جس میں اس خیال کی مفصل تردید ہو گی کہ قرآن مجید میں منسوخ آیات ہیں۔ امید ہے کہ اس مرتبہ کے صفحات کی کمی کی کسر بھی پوری کر دی جائے گی۔ انشاء اللہ

(ایڈیٹر)

فہرست مندرجات

مینیجر کا قابل توجہ اعلان

آئندہ اشاعت سے رسالہ الفرقان کا نیا سال شروع ہو رہا ہے۔ رسالہ کے چندہ کیلئے یہ طریق ہے کہ پیشگی ادائیگی کی جائے اسلئے جملہ خریدار حضرات سے درخواست ہے کہ سنہ ۱۹۵۸ء کا چندہ بہت جلد ادا فرما دیں تا آئندہ سال کے لئے کاغذ کا فوری طور پر انتظام کیا جائے۔

بقایا دار احباب بھی اپنے بقایا جات جلد ادا فرما کر ممنون فرماویں۔

مینیجر الفرقان ۔ ربوہ

فرقۂ عثمانیہ

"عیسائیوں کا پیغامی گروہ"

یہ بات یقیناً عجیب ہے کہ کچھ لوگ ایک صادق اور راستباز انسان پر ایمان لانے کے باوجود اسکے اصل دعویٰ اور اصل مقام کا انکار کردیں اور اپنی تاویلوں اور اہواء نفس سے اس مدعی کی نبوت اور رسالت کو محض ولایت اور محدثیت قرار دیدیں۔ یقیناً یہ بات عجیب ہے مگر واقعہ یہی ہے کہ ایسا ہوتا آیا ہے۔ اور عجیب تر یہ ہے کہ مسیح موسوی اور مسیح محمدی میں اس پہلو سے بھی عجیب مشابہت پائی جاتی ہے۔ یہ تو سب کو مسلم تھا کہ جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروؤں میں غلو کرنے والے پیدا ہوگئے اور انہوں نے ان کے مقام کو غلط طور پر اونچا کرنے کی کوشش کی اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ماننے والوں میں ظہیر الدین اروپی وغیرہ لوگوں نے آپ کے بارے میں بھی غلو کیا اور آپ کے اصل مقام سے بڑھ کر پیش کرنے کی کوشش کی۔ اس واقعہ کے باوجود یہ سوال باقی تھا کہ آیا مسیح موسوی کے ماننے والوں میں کوئی ایسے افراد بھی تھے جو آپ کو نبی کی بجائے محض ولی اور محدث مانتے ہوں۔ اور اس طرح آپ کے درجہ کو کم کرتے ہوں؟ یہ سوال اسلئے اہم تھا کہ مسیح محمدی کی طرف منسوب ہونے والوں میں سنہ ۱۹۱۴ء میں غیر مبایعین یا پیغامی گروہ پیدا ہوگیا تھا جو اس بات کے دعویدار تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نبی اور رسول ہونے کا کبھی دعویٰ ہی نہیں کیا۔ اس گروہ کو دیکھ کر عام طور پر غیر احمدی صاحبان کہا کرتے تھے کہ اگر حضرت میرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے امتی نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہوتا تو یہ لوگ جو آپ کو ماننے کا دعوےٰ کرتے ہیں اس کا انکار کیوں کرتے؟ کیا کبھی ایسا ہوا ہے کہ کسی صادق مدعیٔ نبوت کے اتباع میں سے ایک گروہ اس کے مدعیٔ نبوت ہونے کا ہی منکر ہوجائے؟

یہ سوال واقعی قابلِ توجہ تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں ایسا ہوتا رہا ہے کہ صادق نبی بالخصوص حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے ماننے والوں میں ایک گروہ ایسا ہوا ہے جو یہ کہتا تھا کہ مسیح بزرگ ہے، نیک ہے، محدث ہے، ولی ہے مگر نبی یا رسول نہیں ہے۔

چونکہ ایسا گروہ منکرین کے بڑے گروہ میں رل کر رہنا چاہتا ہے اور دوسری طرف وہ اس مامور ربانی کی صداقت کے واضح اور کھلے کھلے دلائل و براہین کا انکار کرنے کی بھی جرأت نہیں رکھتا اسلئے وہ ایک درمیانی راستہ اختیار کرتا ہے یعنی وہ کہہ دیتا ہے کہ اس مامور نے نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ ہی نہیں کیا۔ یہ تو بزرگ اور ولی تھا۔

اور ہم اسے اسی حد تک مانتے ہیں۔ اس طرح وہ منکرین کو بھی ایک حد تک خوش کر دیتے ہیں اور ان کے مظالم سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ دوسری طرف وہ اپنے دل کو بھی گونہ مطمئن کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ ہم ماموریت ربانی کے منکر نہیں آپ کو مانتے ہیں۔ یہی پوزیشن تھی جو غیر مبائعین نے ۱۹۱۴ء میں اختیار کی اور وہ آج تک اس پر اصرار کر رہے ہیں اور یہی پوزیشن تھی جو حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے بعد ان کے ماننے والوں میں سے فرقہ عنانیہ کے لوگوں نے اختیار کی تھی۔

فرقہ عنانیہ کے عقائد و خیالات کے متعلق ذیل کے حوالہ جات مطالعہ فرمائیں۔

اوّل ۔ حضرت امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں:۔

"العنانیة:۔ اتباع عنان بن داود۔ ولا یذکرون عیسیٰ بسوء بل یقولون انه کان من اولیاء الله تعالیٰ وان لم یکن نبیاً وکان قد جاء لتقریر شرع موسیٰ علیه السلام۔"
(کتاب اعتقادات فرق المسلمین والمشرکین ص۸۳ مطبوعہ مصر)

ترجمہ:۔ فرقہ عنانیہ۔ یہ عنان بن داؤد کے پیرو ہیں۔ حضرت عیسیٰ کے متعلق بُرے کلمات نہیں کہتے بلکہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ اگرچہ نبی نہ تھے مگر اولیاء اللہ میں سے تھے اور اسلئے آئے تھے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کی وضاحت کریں۔"

دوم :۔ امام ابو الفتح محمد بن عبد الکریم الشہرستانی اپنی مشہور کتاب "الملل والنحل" میں تحریر کرتے ہیں:۔

"(العنانیة) نسبوا الی رجل یقال له عنان بن داود رأس الجالوت یخالفون سائر الیهود فی السبت والاعیاد ویقتصرون علی اکل الطیر والظباء والسمک ویذبحون الحیوان علی القفا ویصدقون عیسیٰ علیه السلام فی مواعظه واشاراته ویقولون انه لم یخالف التوراة البتة بل قررها ودعا الناس الیها وهو من بنی اسرائیل المتعبدین بالتوراة ومن المستجیبین لموسیٰ علیه السلام الا انهم لا یقولون بنبوته ورسالته ومن هؤلاء من یقول ان عیسیٰ علیه السلام لم یدع انه نبی مرسل وانه صاحب شریعة ناسخة لشریعة موسیٰ علیه السلام بل هو من اولیاء الله المخلصین العارفین احکام التوراة والانجیل لیس کتاباً منزلاً علیه ووحیاً من الله تعالیٰ بل هو جمع احواله من مبدئه الی کماله وانما جمعه اربعة من اصحابه الحواریین فکیف یکون کتاباً منزلاً قالوا والیهود ظلموا حیث کذبوه اولاً ولم یعرفوا بعد دعواه وقتلوه آخراً ولم یعلموا بعد محله ومغزاه وقد ورد فی التوراة ذکر المشیحا فی مواضع کثیرة وذلک هو المسیح ولکن لم یرد له النبوة ولا الشریعة الناسخة وورد فارقلیطا وهو الرجل العالم وکذلک ورد خبره" (الملل والنحل للشہرستانی برحاشیہ الفصل لابن حزم جلد ۲ صفحہ ۱۵۵ مطبوعہ مصر)

ترجمہ :- فرقہ عنانیہ - یہ لوگ عنان بن داؤد راس الجالوت کی طرف منسوب ہیں - یہ باقی یہود سے سبت اور عیدوں کے بارے میں اختلاف رکھتے ہیں اور پرندے، ہرن اور مچھلی کھاتے ہیں مگر ان کے الٹی طرف سے ذبح کرتے ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ کے مواعظ اور تمثیلی بیانات کی تصدیق کرتے ہیں۔ ان کا مذہب ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے تورات کی ذرہ بھر مخالفت نہیں کی بلکہ انہوں نے اسے قائم کیا ہے اور لوگوں کو اسی پر عمل پیرا ہونے کی دعوت دی ہے۔ حضرت عیسیٰؑ بنی اسرائیل میں سے تورات کے تابع اور حضرت موسیٰؑ پر ایمان لانے والے تھے۔ ہاں یہ لوگ حضرت عیسیٰؑ کی نبوت اور رسالت کو نہیں مانتے۔ ان میں سے وہ لوگ بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام نے ہرگز دعویٰ نہ کیا تھا کہ وہ خدا کے بھیجے ہوئے نبی ہیں۔ یا یہ کہ وہ موسوی شریعت کو نسخ کرنے والی شریعت لائے ہیں۔ بلکہ حضرت عیسیٰؑ تو برگزیدہ اولیاء اللہ میں سے تھے جو احکامِ تورات کے ماہر تھے۔ انجیل ان پر نازل شدہ کتاب نہیں اور نہ وہ خدا کی وحی ہے۔ بلکہ وہ ان کے حالات کا از ابتداء تا آخر ایک مجموعہ ہے جو چار حواریوں نے جمع کیا ہے۔ وہ کتاب منزل کیسے ہو سکتی ہے۔ فرقہ عنانیہ والے کہتے ہیں کہ یہودیوں نے حضرت مسیح پر پہلا ظلم تو یہ کیا کہ ان کے دعویٰ کو پہچانے بغیر ان کی تکذیب کر دی اور آخری ظلم یہ کیا کہ ان کے انجام کو جانے بغیر انہیں قتل کر دیا۔ تورات میں مشیحا کا بار بار ذکر آیا ہے وہی مسیح ہے۔ مگر اس کے نبی ہونے کا ذکر کہیں نہیں ہے۔ نہ ہی اس کے شرع ناسخ لانے کا ذکر ہے۔ ایسا ہی فارقلیط کا ذکر ہے جو ایک عالم انسان کو کہتے ہیں اور اس طرح یہ ایک ہیں۔"

نوٹ :- علامہ آلوسی بغدادی نے اپنی کتاب روح المعانی جلد اول اور جلد سوم میں بھی اس فرقہ کا ذکر فرمایا ہے۔

ان حوالہ جات سے عیاں ہے کہ جس طرح حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے نام لیوا لوگوں میں فرقہ عنانیہ تھا۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف منسوب ہونے والا گروہ غیر مبایعین کا گروہ ہے۔ غیر مبایعین نے اپنی تاویلات اور اپنے مزاعم کیلئے بالکل وہی طریق اختیار کیا جو فرقہ عنانیہ نے اختیار کیا تھا۔ انہوں نے بھی یہی کہا تھا کہ چونکہ حضرت عیسیٰؑ محض تورات کے احکام کو قائم کرنے آئے تھے، صاحبِ شریعت نہیں تھے اسلئے آپ نبی نہیں تھے اور آپ نے کبھی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ غیر مبایعین نے بھی یہی موقف اختیار کیا ہے۔ مگر زیادہ افسوسناک بات یہ ہے کہ غیر مبایعین نے پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نبی اور رسول تسلیم کیا۔ اس بیان پر حلفیہ اعلانات شائع کئے۔ عدالتوں میں حلفیہ بیانات دیتے رہے مگر بعد ازاں فرقہ عنانیہ کے موقف پر آگئے۔ اللہ تعالیٰ انہیں سمجھ عطا فرمائے۔ آمین ❖

حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے ہندوستان آنے کے متعلق

بھارت اور پاکستان کی دو معتبر تازہ شہادتیں

سابق گورنر در ریاست چترال کے تحریری بیان کا عکس

حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے بارے میں یہود و نصاریٰ کا اختلاف تھا کہ حادثۂ صلیب کے بعد وہ کہاں گئے۔ یہود کہتے تھے کہ وہ ۳۳ سال کی عمر میں مصلوب و مقتول ہو گئے اور زمین میں دفن کئے گئے۔ عیسائیوں کا دعویٰ تھا کہ وہ صلیب پر تو اسلئے مرے تھے تا ہمارے گناہوں کا کفارہ ہوں لیکن چونکہ وہ درحقیقت خدا کے بیٹے تھے اسلئے مصلوب و مقتول ہونے کے بعد وہ زندہ ہو کر جسمانی طور پر آسمانوں پر جا بیٹھے۔

قرآن مجید نے اس جھگڑے کا فیصلہ یوں فرمایا کہ اس نے صریح اور پُر شوکت الفاظ میں اعلان کر دیا کہ حضرت مسیح صلیب پر ہرگز فوت نہیں ہوئے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے اسی طرح صلیبی موت سے بچائے گئے جس طرح باقی انبیاء علیہم السلام ایسے مواقع پر ہلاکت سے محفوظ رکھے گئے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ صلیبی موت سے بچنے کے بعد طبعی موت تک کا زمانہ حضرت مسیح علیہ السلام نے کہاں گذارا اور پھر ان کی آخری قرارگاہ کونسی جگہ بنی؟

اس سوال کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

وَاٰوَیْنٰھُمَآ اِلٰی رَبْوَۃٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِیْنٍ کہ ہم نے حضرت مسیح اور ان کی والدہ کو ایک ایسی پہاڑی زمین کی طرف پناہ دی جو شفاف چشموں والی وسیع وادی پر مشتمل ہے (المومنون ع۳) اس آیت میں مقام کا نام لے کر تعیین نہیں کی گئی لیکن اگر ذرا بھی تدبر کیا جائے تو صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ وادی کشمیر ہے کیونکہ یہی وہ علاقہ ہے جہاں تک بنی اسرائیل کی گمشدہ بھیڑوں کا پھیلنا خود تورات سے ثابت ہے۔ (کتاب آستیر) اور یہی وہ علاقہ ہے جو حقیقی رنگ میں "ربوۃ ذات قرار و معین" ہے۔

قرآن مجید کا یہ بیان عام لوگوں کی نظروں سے مخفی رہا اور اس کی بیان کردہ یہ صداقت "ایک رازِ حقیقت" کے طور پر رہی جب تک کہ حضرت کاسر الصلیب یعنی مسیح موعود علیہ السلام کا ظہور نہ ہو گیا۔ اور آپؑ نے اس حقیقت کا انکشاف نہ فرمایا۔ اب تو آئے دن ایسے ثبوت فراہم ہوتے رہتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام مشرقی ممالک بالخصوص ہندوستان میں تشریف لائے تھے اور

تدریجی طور پر یہ بھی قرینِ قیاس ہے کہ سری نگر کشمیر والی قبر حضرت مسیح علیہ السلام ہی کی قبر ہے۔ بہر حال اس زمانہ میں کسرِ صلیب کے لئے اللہ تعالیٰ زیادہ سے زیادہ سامان پیدا فرما رہا ہے۔

بھارت کی سرکاری کلچرل سوسائٹی ایک سہ ماہی عربی رسالہ "ثقافۃ الھند" کے نام سے شائع کر رہی ہے۔ اس رسالہ کے جون ۱۹۵۶ء کے نمبر میں "المسیحیۃ فی ملیبار" کے زیر عنوان ایک تحقیقی مقالہ شائع ہوا ہے۔ جس میں لکھا ہے:-

"یوافق جمہور المؤرخین علی ان المسیحیۃ قد تطرقت الی سواحل جنوب الھند سیما بلاد کیرلہ' ترا فنکور، کوشین و ولایۃ ملیبار فی القرن الاول للمیلاد۔ والذی حمل مشعل الدعوۃ المسیحیۃ الی ملیبار لاول مرۃ ھو القدیس توماس۔ وکان القدیس توماس من حواری السید المسیح الاثنی عشر وکان یعرف ایضاً باسم توماس سلیحا۔ وصل القدیس الی الاراضی ملیبار فی عام ۵۲ بعد المیلاد، تواصل تبشیرہ للدین المسیحی فی طول البلاد وعرضھا۔"

ترجمہ۔ جمہور مؤرخین کا اس پر اتفاق ہے کہ مسیحیت جنوبی ہند بالخصوص کیرالا، ٹراونکور، کوچین اور علاقہ مالابار میں پہلی صدی عیسوی میں ہی داخل ہو گئی تھی۔ مالابار میں دینِ مسیحی کے سب سے پہلے علمبردار مقدس توما تھے۔ جو کہ حضرت مسیحؑ کے بارہ حواریوں میں سے ایک تھے۔ وہ توما سلیحا کے نام سے بھی مشہور تھے۔ مقدس توما سرزمین مالابار میں ۵۲ سنہ میلادی میں پہنچے اور ملک کے طول و عرض میں دینِ عیسوی کی پیہم تبلیغ شروع کر دی"۔

اسی سلسلہ میں فاضل مقالہ نگار لکھتے ہیں:-

"ومع وصول القدیس توماس الی ملیبار توثقت الصلات بینھا و بین الروم اکثر مما کانت فی شتی المرافق۔ وقیل ان ملک جزیرۃ ولیاد یاثم زار السید المسیح علیہ السلام فی ایام حیاتہ ولذا حصلت الدعوۃ المسیحیۃ انتشاراً مرموقاً فی تلک الجزیرۃ بسرعۃ فائقۃ"۔

ترجمہ۔ کہ مقدس توما کے مالابار آنے کا یہ نتیجہ ہوا کہ پہلے کی نسبت بھی مالابار اور روم کے درمیان ہر پہلو سے تعلقات زیادہ پختہ ہو گئے۔ اور بعض روایات کے مطابق تو جزیرہ ولیاد یثم کے بادشاہ نے حضرت مسیحؑ کی زندگی میں ان کی زیارت بھی کی تھی۔ اسی لئے اس جزیرہ میں عیسائیت کو بہت جلد اور غیر معمولی انتشار حاصل ہوا تھا"۔

(مجلہ ثقافۃ الھند جون ۵۶ء صفحہ ۳۶-۳۷)

اس تحقیقی شہادت کے علاوہ ہم اس جگہ ایک اور نہایت معتبر بیان

جناب شاہزادہ حسام الملک صاحب سابق گورنر دروش ریاست چترال کا درج کرتے ہیں جو ایک علم دوست محقق سُنّی بزرگ ہیں۔ انہوں نے یہ تحریری انگریزی بیان مکرم چوہدری محمد علی صاحب ایم اے پروفیسر تعلیم الاسلام کالج ربوہ کو جولائی ۱۹۶۵ء میں دیا تھا جبکہ چوہدری صاحب موصوف طلبہ کالج کے ہمراہ ہائیکنگ کے سلسلہ میں چترال گئے تھے۔ اس تحریر کا عکس بھی شائع کیا جا رہا ہے۔ محترم شاہزادہ صاحب موصوف کے بیان کا ترجمہ حسب ذیل ہے:۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سفر کشمیر کے متعلق تازہ شہادت

"یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس دنیا میں بنی اسرائیل کی گم شدہ بھیڑوں کو اکٹھا کرنے کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ اس مقصد کی تکمیل کے لئے آپ اور آپ کے حواری دنیا کے مختلف حصوں میں جہاں کہیں بھی بنی اسرائیل آباد تھے گئے اور یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ افغان اور کشمیری بنی اسرائیل کی نسل میں سے ہیں۔ تاریخی اور ثقافتی شواہد اس حقیقت کو ثابت کرتے ہیں۔

کچھ عرصہ ہوا۔ کہ سرینگر کشمیر میں ایک عیسائی بزرگ کا مزار دریافت ہوا ہے۔ اسی طرح ایک اور مزار جس کو غازی بابا کا مزار کہتے ہیں۔ باجوڑ کے مقام پر واقع ہے۔ اس مزار کے متعلق مشہور ہے کہ وہ اسلام سے قبل کا ہے سید عبد الجبار شاہ صاحب نے اس مزار کو کسی عیسائی بزرگ کا مزار قرار دیا ہے۔

اس ضمن میں ایک اور مزار سے میں آپ کا تعارف کراتا ہوں۔ یہ مزار ریاست چترال کے شہر دروش کے ایک قریبی گاؤں کیسو میں ہے۔ دروش سے تقریباً ۵ میل شمال کی جانب دریائے چترال کے مشرقی کنارے پر ایک چٹان پر یہ مزار ہے۔ یہ قبر ۹ فٹ لمبی اور ۵ فٹ چوڑی ہے۔ یہ قبر عام قبروں سے مختلف اطراف رکھتی ہے۔ لمبائی کی طرف سے یہ بیت المقدس کی طرف واقع ہے۔

اس قبر کے متعلق لوگ اعتقاد رکھتے ہیں۔ کہ یہ کسی عیسائی بزرگ کی ہے جو اسلام سے قبل عیسائیت کی تبلیغ کرتا ہوا کافر باشندوں کے ہاتھ سے شہید ہوا تھا۔ اگرچہ اس بزرگ (حواری) کے نام کو بہت عرصہ گزر جانے کی وجہ سے اور ناخواندہ ہونے کی وجہ سے لوگ بھول چکے ہیں۔ تاہم گاؤں کا نام کیسو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ ابوالفضل اور فیضی نے اکبر کے عہد میں بائیبل کا ترجمہ فارسی زبان میں کرتے ہوئے عیسیٰ علیہ السلام (کرائسٹ) کو فارسی میں کرستو لکھا ہے۔ مثال کے طور پر:۔

اے نامی تو ژاژو کرستو۔ سبحانک لا شریک لہ

ترجمہ:۔ اے وہ کہ جس کا نام ژاژو کرستو (جیسس کرائسٹ، [illegible]) ہے تو (اے خدا) پاک ہے اور حضور کا کوئی شریک نہیں۔

لفظ کیسو جو کہ گاؤں کا نام ہے۔ در اصل کرستو ہے جو یسوع کا غلط تلفظ ہے۔ چترالی زبان کی یہ ایک خصوصیت ہے کہ لفظ کے آخری حرف کا تلفظ نہیں کیا جاتا۔ ممکن ہے کہ اسی اصول کے ماتحت لفظ یسوع بگڑ کر کیسو بن گیا ہو۔ بہر حال چترالی زبان میں

لفظ کیسو بجا کوئی معنی نہیں۔ شاید اس لفظ کا کوئی تعلق اس حواری سے ہو (جس کی قبر اس گاؤں میں ہے)

دریائے چترال کے مغربی کنارے اس مزار کے بالمقابل ایک وادی یا نالہ ہے۔ جو ژاژ گڑھ کہلاتا ہے۔ ابوالفضل اور فیضی کے حوالہ بالا شعر کی روشنی میں ژاژ کے لفظ کا مطلب یسوع ہے۔ لہٰذا ژاژ گڑھ کا مطلب ہوا۔ یسوع کی رہائش گاہ (مقام)۔ سید عبدالجبار شاہ صاحب افغان قبائل کی تاریخ میں ذکر کرتے ہیں کہ بہت ممکن ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی منتشر بھیڑوں کی تلاش میں کشمیر سے کابل جاتے ہوئے گلگت میں سے دریائے کنار (چترال) کے ساتھ نین گڑھ سے گزرے ہوں۔

اگر یہ قصہ درست ہے۔ تو یہ عین ممکن ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے کچھ عرصہ اس وادی (نالہ) میں گزارا ہو۔ اور اپنے حواری کے شہید ہونے پر پھر سے اپنا سفر شروع کر دیا ہو۔

اب بھی ایسے لوگ جو مختلف امراض میں مبتلا ہوتے ہیں۔ شفایابی کے لئے اس مزار پر نذریں چڑھاتے ہیں۔ واقف کار لوگ اپنے ساتھ روٹیاں لے جاتے ہیں۔ اور مزار پر جاکر مسافروں میں بانٹ دیتے ہیں۔ یہ ایک عجیب بات ہے۔ کہ مزار پر جانے والے لوگ راستہ میں کسی سے بات چیت نہیں کرتے یہاں تک کہ کھانا مسافروں میں بانٹ دیا جاتا ہے اور یہ بات حضرت مریم کے اس روزہ کے ساتھ مشابہت رکھتی ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔

(دستخط) شہزادہ حسام الملک
سابق گورنر دروش
ریاست چترال
مورخہ ۲۰-۷-۱۹۵۲ء

ضروری نہیں کہ ہم اس شہادت سے کلیۃً اتفاق کریں۔ لیکن اس سے یہ بات ثابت ہے کہ شام سے کشمیر جانے کے لئے جو راستہ ہے اس پر جگہ بجگہ ایسے آثار پائے جاتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام اور ان کے حواری اس راستہ سے گزرے ہیں۔

سرینگر میں جو قبر موجود ہے وہ تاریخی شہادت سے قطعی طور پر حضرت مسیح علیہ السلام کی قبر ہے۔

حضرت مسیحؑ کی قبر کا انکشاف بہت سے مذہبی عقدوں کو حل کر دیتا ہے۔ اس سے عیسائیوں کے عقیدہ الوہیت مسیح کی بھی تردید ہوتی ہے۔ اور اس سے یہودیوں کے اس خیال کا باطل ہونا بھی ثابت ہوجاتا ہے کہ مسیح مصلوب اور مقتول ہوگئے تھے۔ پھر اس قبر سے ان لوگوں کا زعم بھی باطل ٹھہرتا ہے جو کہتے ہیں کہ حضرت مسیح زندہ آسمانوں پر بیٹھے ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر اس قبر کے ثابت ہونے سے قرآنی بیان کی حقانیت اور حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کی صداقت اظہر من الشمس ہوجاتی ہے۔ پس مسیح علیہ السلام کا ہندوستان آنا اور یہاں فوت ہونا ایک اہم صداقت ہے۔

STATEMENT REGARDING JESUS' TRAVEL TO KASHMIR

This fact is obvious that the Holy Christ (may peace be upon him) was sent to this world endowed with the mission to unite the scattered lambs of Israelites. In order to fulfil this mission he and his disciples have been to all those parts of the world where there were people of Israelite origin. It is a well-known fact that the Afghan tribes and the Kashmiries belong to the Israelite race. Historical and cultural investigations confirm the proof to this fact.

Sometime back a shrine of a Christian apostle was identified in Srinagar, Kashmir. Another shrine is situated in Bajawor, called the shrine of Ghazi Baba. It is generally known to be the shrine of a pre-Islamic era. Sayed Abdul Jabbar Shah identified it to be a shrine of a Christian apostle.

In this connection I want to introduce you to another such shrine which is located at Kesu village near Drosh in Chitral State. It is situated at a distance of 6 miles from Drosh proper towards the north over a rock on the eastern bank of Chitral river. It is an old grave of nearly 7 feet in length and of nearly 4 feet in breadth. It has a different direction from other graves. Its direction is towards *Baitulmugaddas* in length.

It is a common belief that it is the shrine of a Christian holy person, who was martyrized by the old *Kafir* inhabitants of this place before Islam, while preaching Christianity.

Although the name of the disciple is forgotten by the people with the space of time and due to their illiteracy. Any how the name of the village Kesu indicates the name of the holy Christ. As a matter of fact Abul Fazal and Faizi, while translating the holy Bible into Persian language in the reign of Akbar the Great, have persianised Christ as Crastu, for example,

اے نامی تو ژاژ و کرستو
سبحانک لا شریک لا هو

Transliteration :—*Ai name-to Zhazhu-o-Karastu, Subhanaka La Sharika lahoo*

Translation :—O you, whose name is Zhazhu and Karastu (Jesus Christ).

Thou art, (O, God) Holy. There is no partner with Him.

The word Kesu seems to be wrongly pronounced word instead of Crastu or it is mis-pronounced word of Yasu. It is a general peculiarity of the Chitrali language not to pronounce the last letter of any word. It is possible that according to this rule the word Yasu has been as shaped Kesu. Anyhow the word Kesu has no meaning in Chitrali language, perhaps this word has some relation with the name of that disciple.

On the western bank of Chitral river, opposite the shrine, is a side valley or *Nallah,* which is called Zhazhgah. In the light of the above quoted verse of Abul Fazal and Faizi the word Zhazh means 'Jesus.' So Zhazhgah will mean 'the abode of Jesus." Syed Abdul Jabbar Shah, in his History about the Afghan Tribes, mentions it most probable that Jesus Christ, in his search for the scattered lambs of Israelites, had taken the route from Kashmir to Kabul through Gilgit and along Kunar river (Chitral) to Nengahar. If this story is correct, then probably Jesus Christ might have spent some time in this *Nallah,* and after the murder of his companion might have proceeded on his journey.

Even now people, suffering from various diseases, pay their tributes to the shrine for the sake of relief. Acquainted persons carry cakes of bread to the shrine and distribute it among the travellers. It is the peculiarity with it that the people going to the shrine do not speak to anybody on the way till the cake is distributed among the travellers. And this bears resemblance to the fast of the Holy Mary, which has been mentioned in the Holy Quran.

(Sd.) SHAHZADA HUSSAMUL-MULK
Ex-Governor of Drosh,
Chitral State.

Dated
25th July, 1956.

عیسائیوں کے اعتراضات کے جوابات

(از جناب گیانی واحد حسین صاحب فاضل)

رسالہ "مسیحی خادم" ماہ نومبر ۱۹۵۵ء میں مسٹر ڈبلیو۔ بارروک صاحب کا وہ مایۂ ناز مضمون پڑھا۔ جس کو پڑھنے کی پہلے سے محترم پادری کے۔ ایل۔ ناصر صاحب نے دعوت دی تھی۔ مضمون نویس کا نام پڑھ کر کوئی صاحب یہ نہ سمجھیں کہ آپ انگریزی نسل سے ہیں یا مخلوط۔ طرزِ تحریر اور درشت کلامی اس بارے میں صاف غمازی کر رہی ہیں۔ مسٹر مذکور کی علمی معلومات بالکل سطحی ہیں۔ گو دعویٰ علمیت کا ضرور ہے۔ وہ ذاتیات اور سخت کلامی سے اپنی کمزوری کو چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔ حالانکہ سخت کلامی سے کوئی مسئلہ حل نہیں کیا جا سکتا۔ اگر اُن کے پاس احمدیت کے بالمقابل دلائل ہیں تو پیش کریں سخت کلامی تو شکست خوردہ کی نشانی ہے۔ سخت کلامی ہمارا تو کچھ نہیں بگاڑ سکتی لیکن مسیحی اخلاق کا مظاہرہ ضرور ہے۔ ایسی طرزِ تحریر رسالہ "مسیحی خادم" جس کا دعویٰ مسیحی علمِ الٰہی کا مرقع ہونے کا ہے کی شان کے منافی ہے ہاں اگر اُن کے مذہب کی یہی تعلیم ہے۔ تو یہ اخلاق ان کو مبارک ہوں۔

آپ نے یہ مضمون رسالہ الفرقان ماہ جولائی و اگست میں شائع شدہ میرے مضامین کے جواب میں تحریر کیا ہے لیکن سوائے اِدھر اُدھر کی بے تعلق باتوں کے اور کچھ نہیں نفسِ مضمون کو چھوا تک نہیں۔

سوال یہ تھا کہ نعوذ باللہ قرآنِ پاک کے بیانات بائیبل سے سرقہ کئے ہوئے ہیں میں نے دلائل اور براہین سے اس کی تردید کر کے یہ ثابت کر دیا کہ قرآنِ پاک خود منجانب اللہ ہونے کا مدعی ہے۔ اور اس نے سب کچھ براہِ راست خدا تعالیٰ سے پایا اور بعض باتوں میں مطابقت کا پایا جانا ایک لازمی امر ہے کیونکہ یہ سب ایک ہی سرچشمہ کی بہنے ہوئی دھارایں ہیں۔ اور الہام الٰہی نے بائیبل کی محرف شدہ غلطیوں کی درستی فرمائی۔ اور بتایا کہ اگر اس اصول کو مان لیں تو ماننا پڑے گا کہ بائیبل بھی اپنے سے پہلی کتب کی سرقہ شدہ ہے۔ کیونکہ وہ تعلیم اور اصول اس سے قبل وید۔ منوشاستر۔ گیتا کے علاوہ مصری اور یونانی بُت پرستوں میں موجود تھے چاہیئے تھا کہ مضمون نگار میرے حوالجات اور دلائل کی معقولیت سے تردید کرتا۔ اُن کا سخت کلامی اور ذاتیات پر اُتر نا اس بات کی بیّن دلیل ہے کہ مسیحی لوگ اصل مضمون کے جواب سے قاصر ہیں۔ اور یہ احمدیت کی فتح عظیم ہے۔

آپ کہتے ہیں "نتیجۃً حضرت آدمؑ ذریات سمیت جنت سے نکالے گئے" یہ آپ کا مبلغ علم ہے۔ حضرت آدمؑ کے باغ سے نکلنے کے بعد اولاد پیدا ہوئی (پیدائش ۴)

آپ میرے لئے "عجیب الخلق" کا نام تجویز کرتے ہیں۔ یہ بھی اُن کی غلطی اور بے علمی کا ثبوت ہے کیونکر یہ فضیلت تو حضرت مسیح کو حاصل تھی یعنی (یسعیاہ ۹/۶) اور وہ اس نام سے کہلاتا ہے "عجیب" کو حضرت مسیح پر چسپاں کرتے ہیں نیز قاضیوں ۱۸/۱۳ میں "عجیب" ایک فرشتہ کا نام بتایا ہے۔ میں نہ تو مسیح ہوں اور نہ فرشتہ پھر مجھے عجیب الخلق کہنا سراسر بے وقوفی ہے۔ اور اپنے خداوند یسوع مسیح کی توہین۔

اس کے بعد آپ میرے گیانی ہونے پر بحث کرتے ہیں۔ کہ پنجابی زبان میں اُردو کے گویوں کو گیانی کہا جاتا ہے۔ جو خاص کر قصے کہانیاں چکا ہے سرنگی سے کر گاتے ہیں۔ یہ بھی آپ کی بے علمی ہے۔ ایسے لوگوں کو ڈھاڈی کہا جاتا ہے۔ گیان یا گیانی سنسکرت کا لفظ ہے۔ اس کے معنے ہیں "جاننے والا" (گورو گرنتھ کوش صہ ۴۳۱ جلد ۲) پھر آپ فرماتے ہیں کہ مرزائی اور واحد حسین یہ کیسے ہو سکتا ہے جبکہ مرزا مرحوم براہین احمدیہ میں فارسی شعر میں لکھ گئے ہیں۔ کہ میں اپنے گریبان میں دیکھتا ہوں تو سینکڑوں حسین نظر آتے ہیں۔ یہ بھی آپ کی بے علمی کا مظاہرہ ہے۔ براھین احمدیہ میں ایسا کوئی شعر نہیں میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ آپ کی معلومات بالکل سطحی ہیں۔ بلکہ اسلام اور احمدیت کے لٹریچر سے تو محض جاہل مطلق۔ صرف سنی سنائی باتوں پر شیخی بگھارنا اپنے آپ کو شرمندہ کرنا ہے۔

مسٹر ڈبلیو۔ بار وک صاحب قرآن مجید سورۃ الشعراء ۱۹۲ تا ۱۹۶ اس بات کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں کہ قرآن مجید بائیبل سے سرقہ کیا ہوا ہے اور ترجمہ یوں نقل کرتے ہیں:۔

"تحقیق وہ اُتارا گیا ہے پروردگار عالموں کی طرف سے اور اترا ہے۔ ساتھ مانند اور رُوح کے اوپر دل تیرے کے تاکہ تو ڈر سنانے والوں میں سے ساتھ زبان عربی ظاہر کے اور تحقیق یہ قرآن مذکور ہے بیچ کتابوں پہلے پیغمبروں کے اور کیا نہیں واسطے اُن کے نشانی یہ کہ جانتے ہیں اُس کو عالم بنی اسرائیل کے۔

جناب من! ہم لوگ کب کہتے ہیں کہ جو کچھ قرآن مجید میں ہے وہ پہلے نبیوں کے صحیفوں میں ہرگز نہیں تھا ہم تو صرف اتنی بات کہتے ہیں۔ کہ جو کچھ قرآن مجید میں بیان ہوا ہے وہ جہانوں کے پروردگار کی طرف سے اُتارا گیا ہے۔ رُوح الامین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر نازل کیا ہے۔ ان آیات میں قرآن مجید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پیشگوئیوں کا بیان ہے کہ وہ پہلے صحیفوں میں مذکور ہیں۔ اور علماء بنی اسرائیل ان کو جانتے ہیں گو مانیں یا نہ مانیں۔

مسٹر مذکور کہتے ہیں "چونکہ یہ معاملہ مسیحیت وتابعین قرآن کے مابین ہے آپ ذرا خالص مرزائیت کو میدان میں لائیے" آپ کا یہ کہنا بھی لاعلمی ہے۔ احمدیت ہی حقیقی اسلام ہے۔ احمدیت تو عرصہ ۶۵ سال سے میدان میں

برسرِ پیکار ہے۔ اور اس نے حضرت مسیحؑ کی وفات ثابت کر کے عیسائیت کی دھجیاں فضاءِ آسمانی میں بکھیر دی ہیں اور آج مسیحی ممالک میں احمدی نوجوان اسلام کے پرچم لہراتے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں۔ اور تثلیث کے گڑھوں سے آج خدائے واحد کا نام بلند ہو رہا ہے مسٹر ڈبلیو بارنکس صاحب! فتح اور شکست کا پتہ تو نتیجہ سے ظاہر ہوتا ہے۔

فتح کس کی ہوئی

متحدہ ہندوستان کے عیسائیوں کی بابت پادری ٹی۔ واکر صاحب ایم۔ اے لکھتے ہیں "ہندوستان میں تیس لاکھ مسیحی کہلاتے ہیں اور اکثر برائے نام مسیحی ہیں" (تفسیر اعمال ص۳)

اور سنیئے ۱۸۹۴ء میں لنڈن عیسائی مشنریوں کی عالمی کانفرنس میں رائٹ ریورنڈ چارلس جان ایلی کوٹ دی لارڈ بشپ آف گلاسٹر نے صدارت کرتے ہوئے کہا۔ بوجہ اختصار صرف ترجمہ درج ذیل ہے:۔

"غالباً اسلام میں حرکت کے آثار سب سے زیادہ نمایاں ہیں مجھے اِن لوگوں سے جو اس بارے میں صاحبِ تجربہ ہیں معلوم ہوا ہے۔ کہ ہماری مملکت ہندوستان کے اکثر حصوں میں اور یہاں خود ہمارے جزیرے میں ایک نیا اسلام اُبھر رہا ہے ...... یہ مسلمانوں کے اُن مروجہ عقائد میں سے بہت سی بدعات کا سخت مخالف ہے جن کی وجہ سے ہماری نگاہوں میں اسلام قابلِ نفرین ٹھہرتا ہے یہ تبدیلیاں باآسانی محسوس کی جاسکتی ہیں۔ یہ اسلام اپنی نوعیت کے لحاظ سے کم جاذب نہیں ہے۔ افسوس اس بات کا ہے کہ ہم میں سے بعض لوگوں کے لئے بھی یہ اپنے اندر کچھ کم جاذبیت نہیں رکھتا"

اس کے علاوہ پادری ہے۔ علی بخش صاحب اپنی کتاب "سفر دکن" ۱۹۰۴ء میں یورپینوں کے محمدی ہونیکا ذکر کرتے ہیں (ص۲۵)

امریکہ کے محکمہ اطلاعات عامہ کا اخبار "نیو ریمان" نامی جو کراچی سے شائع ہوتا ہے۔ بمورخہ ۲۲ مارچ ۱۹۵۲ء میں لکھتا ہے:۔

"امریکہ میں بارہ ہزار مسلمان ہیں جن میں بارہ سو پاکستانی ہیں۔ دس ہزار دوسرے ملکوں کے اور ایک ہزار وہ امریکن مسلمان ہیں جنہوں نے احمدیہ جماعت کے ذریعہ اسلام قبول کیا ہے"

اسی طرح ایس جی ولیم سن صاحب لکھتے ہیں:۔

"گولڈ کوسٹ کے شمالی علاقوں میں بڑے بڑے چرچ سوائے رومن کیتھولک چرچ ...... کے اب تک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروؤں کے لئے میدان خالی کر چکے ہیں۔ گولڈ کوسٹ پرس بائی ٹیرین چرچ اور ایوچرچ اب شمال کی جانب کھسکنا شروع ہو گئے ہیں۔ اشانٹی اور گولڈ کوسٹ کے جنوبی حصوں میں عیسائیت اب تک

نفع میں ہے لیکن جنوب کے بعض حصوں میں خاص کر حل کے ساتھ ساتھ تحریک احمدیت بڑی بڑی کامیابیاں حاصل کر رہی ہے۔ گولڈ کوسٹ کے متعلق جو عام طور پر یہ امید تھی۔ کہ یہ علاقہ جلد ہی عیسائیت قبول کرے گا۔ اب یہ امید جتنا کہ ہم خیال کرتے ہیں اس سے بھی زیادہ خطرہ میں ہے۔ نائیجیریا میں ڈاکٹر بیرنڈر کہتا ہے کہ جبکہ جنوب میں بت پرستی مر رہی ہے اسلام بڑھ رہا ہے۔ اور اکثریت حاصل کر رہا ہے"
(کرائسٹ آر محمد صلعم مصنفہ ایس جی ولیم سن)

ہمیں تو قرآن اور اسلام کے ساتھ اس لئے سروکار ہے۔ کہ ہم مسلمان ہیں اور قرآن مجید کے پیرو ہیں۔ اور اس پر ایمان رکھتے ہیں کہ یہی کتاب تا ابد قابل عمل ہے۔ اور ہمارے نبی برحق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ اور وہ ہی ہمارے شفیع اور منجی ہیں۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب علیہ السلام حضور ہی کی پیروی اور غلامی میں نبی ہیں۔ لیکن آپ بتائیں کہ بنی اسرائیل اور توریت کی وکالت کا آپ کو کیا حق حاصل ہے جبکہ بنی اسرائیل کو آپ کے خداوند یسوع مسیح نے زناکار قوم (متی ۱۲/۱۹) بتایا ہے۔ اور ابلیس کے فرزند (یوحنا ۸/۴۴) سانپ کے بچے (متی ۱۲/۳۴) احمق اندھے (متی ۲۳/۱۷) وغیرہ۔ اور مقدس پولوس نے توریت کو بھی ضعیف ابتدائی روایات عیب دار بتلا کر اُسکی منسوخی کا اعلان کر دیا۔ دیکھو (گلتیوں ۴/۸ عبرانیوں ۷/۱۸ ۸/۱)

آپ کہتے ہیں "گیانی جی نے مرزائیت کی تقلید میں سورۃ یونس ۴۷ آیت سے یہ نتیجہ نکالا ہے۔ کہ ہر اُمت میں نبی مامور ہوتے ہیں جس حال میں کہ قرآن مجید نے نبوت و رسالت صرف بنی اسرائیل کے لئے مخصوص فرمائی گئی کے بیان اعلانیہ پیش کئے ہیں۔

میں نے سورۃ یونس ۴۷ آیت کا حوالہ پیش نہیں کیا۔ بلکہ سورۃ فاطر کا پیش کیا ہے۔ اور اصل عبارت بھی درج کی ہے۔ قرآن مجید نے ہرگز نبوت کا سلسلہ بنی اسرائیل کے لئے مخصوص نہیں کیا بلکہ حضرت نوح حضرت ابراہیم حضرت لوط حضرت ایوب حضرت اسمٰعیل علیہم السلام کو نبی بیان فرمایا ہے دیکھو (سورۃ احزاب ع۱۔ انبیاء ع۶۔ انعام ع۱۰) حالانکہ ان بزرگ نبیوں کے بعد حضرت یعقوب اسرائیل پیدا ہوئے اور قرآن پاک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بارہا نبی کہا گیا ہے۔ جو اس بات پر روشن دلیل ہے۔ کہ غیر بنی اسرائیل میں بھی نبی ہوتے ہیں۔ نیز قرآن مجید فرماتا ہے:۔

"ولکل قوم ھاد (رعد ع۱) اور ہر قوم کے لئے ہادی ہوتے ہیں"

پھر فرمایا "وان من امۃ الا خلا فیھا نذیر"
(سورہ فاطر ع۳) اور نہیں کوئی امت مگر گزرا ہے اس میں نذیر"

کیوں معترض صاحب! کس منہ سے کہتے ہو کہ قرآن مجید صرف اسرائیل تک نبوت کو مخصوص کرتا ہے۔

مسٹر ڈبلیو۔ بارک صاحب کہتے ہیں کہ نبوت صادقہ کے لئے ضروری ہے کہ اس کو علم غیب الٰہی سے کچھ دیا جائے

آنحضرت نے لا اعلم الغیب کا اعلان کر دیا۔ آپ کی یہ بات اس حد تک درست ہے۔ کہ خدا سچے نبیوں پر غیب کا اظہار کرتا ہے جیسا کہ فرمایا۔ عَالِمُ الغَیبِ فلا یُظهِرُ علیٰ غیبہٖ احداً الّا من ارتضیٰ من رسول۔ پ ۲۹ یعنی غیب کامل کی باتیں ہم اپنے رسول کو ہی بتایا کرتے ہیں۔ اس کی تائید بائیبل سے یوں ہوتی ہے۔ عموس ۳/۷ یقیناً خداوند یہوواہ کچھ کام نہیں کرے گا مگر جس حال کہ وہ اپنے بھید اپنے خدمت گزار نبیوں پر پہلے آشکارا نہ کرے۔ پس نبی اس حد تک غیب کا اظہار کر سکتا ہے جس حد تک خدا تعالےٰ اسے بتائے بذاتِ خود وہ علمِ غیب نہیں رکھتا ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علمِ غیب کا انکار کیا ہے۔ متی ۲۴/۳۶ میں حضرت مسیحؑ فرماتے ہیں "لیکن اس دن اور اس گھڑی کی بابت کوئی نہیں جانتا۔ نہ آسمان کے فرشتے نہ بیٹا مگر صرف باپ"۔ اگر علم غیب الٰہی نبوت کا ذاتی خاصہ ہے۔ تو حضرت مسیحؑ کی کیا پوزیشن ہے۔ وہ تو صاف اپنے علمِ غیب کی نفی فرما رہے ہیں۔ پھر فرمایا وقتوں اور میعادوں کو جاننا باپ نے اپنے ہی اختیار میں رکھا ہے۔ (اعمال ۱/۷) آپ نے پوچھا کہ مجھے کس نے چھوا ہے۔ (مرقس ۵/۳۰) بھوک لگنے پر آپ پھل کی تلاش میں انجیر کے درخت کی طرف گئے (متی ۲۱/۱۸) سے صاف ظاہر ہے۔ کہ آپ علمِ غیب نہ رکھتے تھے۔

بائیبل نبوت کی صحیح تعریف بیان کرنے سے قاصر ہے۔ وہ کہتی ہے کہ پولوس کو ایک بت پرست لونڈی ملی جس میں غیب دان روح تھی۔ (اعمال ۱۶/۱۶) تا ۱۸ جب

یشوع کی اور انبیاء اسرائیل کی غیب دانی کہاں گئی؟ ایک جادوگر عورت نے حضرت سموایل نبی کی روح کو بلا کر ساول سے غیب کی باتیں کرا دیں۔ (۱۔ سموایل ۲۸/۱۱-۱۵) بلعام نجومی تھے۔ (یشوع ۱۳/۲۲) حضرت یوسف فالگیر تھے۔ (پیدائش ۴۴/۵) شگون لینا (حزقیل ۲۱/۲۱-۲۲) مجوسی جو شرقی ممالک سے مسیحؑ کا ستارہ دیکھ کر آئے (متی ۲/۱) سے ظاہر ہے کہ وہ نجوم وغیرہ سے تھا پس مسیحی معیارِ نبوت علمِ غیب الٰہی کا باطل ٹھہرا۔

بائیبل تو کہتی ہے کہ غیر نبی بھی نبوت کرتے ہیں۔ بنی اسرائیل کے ستر بزرگ نبوت کرنے لگے (گنتی ۱۱/۲۵) حضرت عموس اپنی نبوت کا انکار کرتے ہیں۔ (عموس ۷/۱۴) سردار کیفا (دشمن مسیح) نے نبوت کی (یوحنا ۱۱/۵۱) ساول کے ہرکارے نبوت کرنے لگے۔ (۱سموایل ۱۹/۲۰-۲۱) آخری زمانہ میں سارے بشر نبوت کریں گے۔ (یوایل ۲/۲۸) یہ زمانہ حضرت مسیح کا ہے اور پطرس نے اس کو اپنی صداقت کے ثبوت میں پیش کیا ہے۔ (اعمال ۲/۱۶-۱۹)

مذہب کی حقیقی روح

بے شک مذہب کی حقیقی روح زندہ خدا کی پہچان ہے۔ اور وہ نبیوں کے ذریعہ سے ہی پیدا ہوتی ہے چنانچہ لکھا ہے "خداوند اپنے خدا پر ایمان لاؤ۔ تو تم قیام پکڑو گے اسکے نبیوں پر ایمان لاؤ تو تم کامیاب ہوگے۔ (۲۔ تواریخ ۲۰/۲۰) اس کے بعد حضرت مسیحؑ نے کہا "کہ وہ تجھ خدائے واحد و برحق اور مسیح یسوع کو جسے تو نے بھیجا ہے۔ جانیں (یوحنا ۱۷/۳) قرآن میں بیان ہوا ہے:-

ان کنتم تُحِبُّونَ اللہَ فاتّبِعُونی

یُحۡبِبۡكُمُ اللّٰهُ (آل عمران ع) اگر تم خدا سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔ تم خدا کے محبوب بن جاؤ گے"۔

پس ہر زمانہ کے نبی پر ایمان لانے سے زندہ خدا کی پہچان ہوتی ہے کلمہ لا الٰہ الا اللہ کے پہلے حصہ میں معبودان باطلہ کی نفی کی گئی ہے۔ جیسا کہ آپ لوگ باوجود مسیحؑ کے اس قول کے کہ خدا واحد ہے۔ اور مسیح بھی بھیجا ہوا (رسول) ہے اسے خدا یقین کرتے ہیں یہ مصنوعی خدا لوگوں کے اختراع ہیں جن کا حقیقت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔۔۔ بنی اسرائیل کی حقیقی تعلیم تو یہ تھی۔ کہ میرے حضور تیرے لئے دوسرا خدا نہ ہو تو غیر کے آگے اپنے تئیں مت جھکا۔ اور نہ ان کی عبادت کر (خروج ۲۰) لیکن وہ لوگ دہریہ تھے (یرمیاہ ۵) شیطان پرست (استثنا ۳۲/۱۷) بچھڑا پرست (۱۔سلاطین ۱۲/۲۸-۲۹) ستارہ پرست (۲ سلاطین ۱۷/۱۶) فالگیر جادوگر (۲ سلاطین ۱۷/۱۷) سانپ پرست (۲۔سلاطین ۱۸/۴) آسمان کی ملکہ پرست (یرمیاہ ۴۴/۱۷-۱۸-۱۹) آفتاب پرست (حزقیل ۸) تو کیا ہم اس کو مذہب کی طرف منسوب کریں گے۔ پس اسی طرح جو لوگ غیر معبود بنا کر اس کی پوجا کرتے ہیں وہ ان کے مذہب کا قصور نہیں۔ وہ لوگ گمراہ ہیں۔

مسٹر ڈبلیو کہتے ہیں۔ کہ آنحضرت سے سوال ہوا۔ قالوا وما الرحمٰن خدا کی شخصیت کیا ہے۔ آپ جانتے نہیں تھے لہٰذا قرآن مجید کی طرف رجوع کیا۔ مگر جواب ملا میں نہیں جانتا تو پوچھ اُن سے جو رحمٰن کی بابت جانتے ہیں الرحمٰن فسئل به خبیراً (الفرقان ۵۹ آیت)

اب گیانی جی بتائیں کہ قرآن مجید ذات حق کی پہچان کے علم سے خالی ہے۔ تو آپ نے یہ علم کہاں سے حاصل کر لیا؟

جواب آپ کا یہ بیان سراسر جھوٹ اور دھوکہ دہی ہے۔ اصل آیت یوں ہے۔ وَاِذَا قِيۡلَ لَهُمُ اسۡجُدُوۡا لِلرَّحۡمٰنِ اور جب کہا جاتا ہے ان کو کہ سجدہ کرو رحمٰن کے لئے قَالُوۡا وَمَا الرَّحۡمٰنُ وہ کہتے ہیں اور کیا ہے رحمان۔ اس جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سوال نہیں ہوا بلکہ وہ کافر جواب میں کہتے ہیں۔ کیا ہے رحمٰن جس کو تو سجدہ کرنے کے لئے کہتا ہے اس کے بعد یہ نہیں لکھا۔ الرحمٰن فسئل به خبیراً بلکہ یہ اس سے پہلے ہے۔ اور اس میں رحمٰن کے متعلق نہیں بلکہ پچھلے مضمون کے متعلق ہے۔ جو آیت ۵۷ سے شروع ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قل ما اسئلکم اے نبی تو ان لوگوں کو کہہ دے۔ میں نہیں مانگتا تم سے اس پر کوئی اجر۔ اس کے بعد پیدائش عالم کا ذکر کر کے فرمایا۔ وہ کہ جس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو چھ وقتوں میں پھر قرار پکڑا عرش پر وہ رحمان ہے۔ پس دریافت کر اس کے متعلق یعنی مندرجہ بالا مضمون کے متعلق کسی خبر دار سے تا وہ بھی تصدیق کرے کہ یہ باتیں بالکل حق اور درست ہیں۔ اس مضمون میں ذات حق کی پہچان کی دریافت کا ذکر نہیں ہے۔ صرف آپ کی کم عقلی ہے۔

جناب من! فلپس نے مسیح سے پوچھا اے خداوند باپ ہم کو دکھا یہی ہمیں کافی ہے۔ یسوع نے اس سے کہا اے فلپس میں اتنی مدت سے تمہارے ساتھ ہوں مگر نہیں جانتا جس نے مجھے دیکھا

دی کی لعریف ڈبلیو بارک

(یوحنا ۱۴/۹،۸) حضرت مسیح کا جواب تسلی بخش نہیں۔ مسیح کو تو وہ روز دیکھتا تھا۔ وہ تو باپ کے دیکھنے کا خواہشمند ہے۔ باپ کی ذات تو آپ سے الگ ہے۔ خدا کہتا ہے کہ تو میرا چہرہ نہیں دیکھ سکتا۔ اس لئے کہ کوئی انسان نہیں کہ مجھے دیکھے اور جیتا رہے (خروج ۳۳/۲۰)[1] اگر حضرت مسیح باپ ہوتے جس کو فلپس دیکھنا چاہتا تھا۔ تو وہ مسیحؑ کی شکل دیکھتے ہی مر جاتا۔ اس کے متضاد بیان میں لکھا ہے کہ بنی اسرائیل کے بزرگوں نے خدا کو دیکھا۔ اس کے پاؤں تلے جیسے نیلم کے پتھر کی گچکاری اور اسکی شفافی جِرم آسمان کی مانند تھی۔ (خروج ۲۴/۱۰) مسیح کی شکل و صورت اور خدا کی شکل کا مقابلہ کرنے پر حضرت مسیحؑ کا یہ بیان غلط ہو جاتا ہے۔ کہ جس نے مجھے دیکھا۔ اُس نے باپ کو دیکھا۔ شکل و صورت میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ پھر لکھا ہے۔ کہ خدا نے انسان کو اپنی صورت ...... پر بنایا (پیدائش ۱/۲۶ ۹/۶) سب آدمی خدا کی صورت پر پیدا ہوئے (یعقوب ۳/۹) مرد خدا کی صورت اور اس کا جلال ہے۔ (۱۔ کرنتھیوں ۱۱/۷) پس جب ہر ایک انسان خدا کی صورت پر ہے۔ تو حضرت مسیحؑ کا فلپس کو یہ کہنا کہ جس نے مجھے دیکھا اس نے باپ کو دیکھا کہ خدا بے معنے ہے فلپس کا منشا یہ نہ تھا۔ جو حضرت مسیح سمجھ رہے ہیں۔ معترض صاحب کے اصول کے مطابق اُن کے خداوند مسیح یسوع بھی خدا نہ دکھا سکے۔

---

[1] یہ دن قیامت (۱) نہیں دیکھ سکتا (۱۔ تمطاؤس ۶/۱۶) تھا۔ جو پولوس کے مخالف (۲/۱۴)

غیر بنی اسرائیل میں نبوت

مسٹر باروک کو اس بات پر اصرار ہے کہ نبوت کا سلسلہ صرف اور صرف بنی اسرائیل کے لئے مخصوص ہے۔ اگر ایسا ہو تو خدا پر طرف داری کا الزام عاید ہوگا۔ چنانچہ پطرس رسول کہتا ہے:۔

"اب مجھے یقین ہو گیا کہ خدا کسی کا طرفدار نہیں بلکہ ہر قوم میں سے جو خدا سے ڈرتا ہے۔ اور راستبازی کرتا ہے۔ وہ اسکو پسند ہے۔ (اعمال ۱۰/۳۴،۳۵) اور خداوند کا بھید اُن کے پاس ہے جو اس سے ڈرتے ہیں۔ وہ اُن کو اپنے عہد کی شناسائی عنایت کرے گا۔ (زبور ۲۵/۱۴)

معترض صاحب جان لیں۔ کہ غیر قوم میں جو خدا سے ڈرتا ہے۔ اس کے پاس خدا کا بھید ہے۔ اور اس کے عہد کی شناسائی۔ حضرت مسیح یسوع کو مسیح کا خطاب عطا ہوا لیکن صور کے بادشاہ کو جو اسرائیلی نہیں تھا۔ کیا کچھ کہا گیا۔ حزقیل ۲۸/۱۵-۱ کا اختصار ملاحظہ ہو:۔

"خداوند یہوواہ فرماتا ہے کہ تو خاتم الکمال ہے۔ تو دانش سے معمور اور در اصل جمال ہے۔ تو عدن میں باغ اللہ میں رہا کرتا تھا۔ تو ایک مسح کیا ہوا فرشتہ تھا جو سایہ بخشتا تھا۔ اور میں نے تجھے خدا کے مقدس پہاڑ پر رکھا۔ تو اپنی پیدائش کے دن سے اپنی راہ رسم میں کامل تھا دیکھ تو دانی ایل سے زیادہ دانشمند

ہے ایک کوئی بھید نہیں۔ جو تجھ سے چھپا
ہو وغیرہ۔

حضرت مسیح نے اپنے آپ کو "اچھا چرواہا" بتایا
ہے۔ (یوحنا ۱۰/۱۱) لیکن خدا نے بت پرست خورس
کے متعلق فرمایا۔ "جو خورس کے حق میں کہتا ہوں کہ وہ
میرا چرواہا ہے۔ اور وہ میری ساری مرضی پوری کریگا
(یسعیاہ ۴۴/۲۸) حضرت یسوع کہتے کہ میں مسیح ہوں۔ (یوحنا
۴/۲۶) لیکن خدا نے شاہ خورس بُت پرست کے متعلق
فرمایا۔ "خداوند اپنے مسیح خورس کے حق میں یوں فرماتا
ہے (یسعیاہ ۴۵/۱) حضرت مسیح کو خادم کہا گیا ہے (متی
۱۲/۱۸ اعمال ۳/۱۳ ۴/۲۷ ۴/۳۰) لیکن خدا نے بنوکدنضر بت
پرست بادشاہ کو بھی اپنا خادم بتایا ہے (یرمیاہ
۲۵/۹) حضرت مسیح نے کہا کہ میں صبح کا چمکتا ہوا ستارہ
ہوں (مکاشفہ ۲۲/۱۶) لیکن بت پرست شاہ بابل کو
صبح کا شاندار فرزند بتایا گیا ہے (یسعیاہ ۱۴/۱۲) حضرت
مسیح فرماتے ہیں خدا میرے ساتھ ہے (یوحنا ۱۶/۳۲
۸/۲۹) لیکن شاہ مصر بت پرست کہتا ہے خدا نے
مجھے حکم کیا ہے۔ کہ جلدی کرو خدا میرے ساتھ ہے
(۲۔ تواریخ ۳۵/۲۱) مسیح کا دعویٰ نبوت تھا (یوحنا
۴/۴۴ متی ۱۳/۵۷ لوقا ۴/۲۴) لیکن غیر اقوام میں سے
حضرت ایوب نبی تھے اور کسدی جو بت پرست تھے
ان میں سے حضرت بلعام نبی تھے۔ (یشوع ۱۳/۲۲ ۲-
پطرس ۲/۱۶) خدا نے بنی اسرائیل کے نبیوں سے
کلام کیا۔ لیکن ابی ملک شاہ جرار سے بھی خدا نے
کلام کیا۔ (پیدائش ۲۰/۳) خداوند کے فرشتہ نے
ہاجرہ مصری سے کلام کیا۔ (پیدائش ۱۶/۹) خدا نے بنی
اسرائیل کو میری اُمت کہا ہے۔ (یسعیاہ ۳/۱۲ ۵۱/۴)
لیکن خدا مصر بت پرست کے متعلق فرماتا ہے۔ "رب
الافواج اسے برکت بخشے گا اور فرمائے گا۔ مبارک
ہو مصر میری اُمت اسور میرے ہاتھ کی صنعت (یسعیاہ
۱۹/۲۵) بائیبل چونکہ صحیفہ اسرائیل ہے۔ اس لئے اس میں
دوسری اقوام کا تفصیلی ذکر نہیں ملتا۔

مندرجہ بالا حوالجات سے ظاہر ہے کہ
خدا تعالےٰ نے بنی اسرائیل کے علاوہ دیگر اقوام کو
بھی انوار نبوت سے مستفید فرمایا۔ محترم مسٹر ڈبلیو
باروک صاحب ذرا سوچیں اور تدبر سے کام لیں
کہ لوقا انجیل نویس بنی اسرائیل نہ تھے۔ بلکہ بت پرستوں
میں سے تھے۔ (دیباچہ تفسیر اعمال صفحہ ۹ مصنفہ
پادری ٹی۔ واکر صاحب) بقول پطرس رسول
بحوالہ یوایل ۲/۲۸ جبکہ ہر فرد بشر نبی ہوگا۔ تو اس
میں اسرائیل اور غیر اسرائیل میں تمیز نہیں کیونکہ اس
وقت سب اقوام سے لوگ مسیحیت میں داخل ہو
رہے تھے۔ اور داخل ہونے والے تمام تر نبی اور
رسول تھے۔ بموجب یوایل حضرت مسیح کی پردادی روت
موآبی لونڈی تھی۔ روت ۴/۱۰ اور اس موآبی نسل کے
بارہ میں حکم خداوندی موجود ہے کہ وہ کبھی ہمیشہ تک
خداوند کی جماعت میں شامل نہ ہوں۔ (استثنا ۲۳/۳ نحمیاہ
۱۳/۱) لیکن اس موآبی روت کا صحیفہ الہامی بائیبل
میں شامل ہے۔

سچے ایماندار مسلمان کی تعریف | ڈبلیو باروک

کہتے ہیں کہ تحقیقاتی عدالت میں خلیفہ بشیر الدین صاحب بھی سچے مسلمان کی تعریف نہ کر سکے۔ یہ بھی آپ کی کم فہمی ہے۔ اس اعتراض کا نفس مضمون سے کیا تعلق؟ جناب معترض صاحب۔ عیسائیوں کی طرح مسلمانوں کے بھی بہت سے فرقے ہیں۔ ہر ایک فرقہ مسلمان کی ایسی تعریف کرتا ہے جو وہ اپنے پر چسپاں کر سکے۔ عیسائیوں کا رومن کیتھولک فرقہ جو قدیم سے چلا آتا ہے۔ وہ آپ لوگوں کو سچے عیسائی نہیں سمجھتا۔ اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ پروٹسٹنٹ سچے مسیحی نہیں کیونکہ یسوع مسیح کی ساری باتوں کو نہیں مانتے اور ان کے ساتھ بیاہ شادی کرنا منع ہے۔ یہ دوزخی ہیں۔ (مسیحی تعلیم صنٖ۲ صن۵۴ صن۸۴) اسی طرح فرقہ پروٹسٹنٹ اُن کو سچے مسیحی نہیں سمجھتا۔ اسی طرح مسیحی فرقہ جزوئٹ جو تقیہ جائز جانتا ہے۔ (تفسیر متی صن۳۰ مصنفہ پادری یوسٹنٹن) اور فرقہ اوفیٹیز جو بُت پرستی کرتا تھا (تواریخ مسیحی کلیسا صن۱۳۵) بہت سے فرقے ہیں جو تمام اپنے اپنے عقیدے اور خیالات کے مطابق عیسائی کی تعریف کرتے ہیں۔ تو اب مسٹر ڈبلیو صاحب کو کہنا چاہیئے کہ آج تک کوئی سچا ایماندار عیسائی کی تعریف نہیں کر سکا۔

حضرت مسیح کے واقعہ صلیب کے بعد عیسائیوں میں جھگڑے برپا ہوگئے۔ اور وہ کئی فرقوں میں منقسم ہوگئے کوئی اپنے آپ کو پولوس کا پیرو اور کوئی اپلوس کا اور کوئی اپنے آپ کو کیفا کی طرف منسوب کرتا تھا۔ (۱۔ کرنتھیوں $\frac{1}{11-12}$) یہ لوگ آپس میں شدید اختلاف رکھتے۔ بلکہ فرقہ پلوس قیامت کا منکر تھا۔ اور فرقہ پطرس تنگ دل یہودی تھا۔ جو پولوس کے مخالف تھے۔ ایک فرقہ مسیح کہلاتا تھا یہ پولوس کے اختیار کو تسلیم نہ کرتے تھے۔ اور سب سے زیادہ تفرقہ کا موجب ہوئے (حیات پولوس صن۱۰۲ مصنفہ پادری ڈاکٹر جیمس سٹاکر) اب بتائیں کہ سچے مسیحی کی کیا تعریف ہو سکتی ہے۔

سچے ایماندار مسیحی کی نشانی

سچے ایماندار مسلمان کی تعریف تو حضرت امام جماعت احمدیہ نے تحقیقاتی عدالت میں فرما دی لیکن سچے مسیحی کی تعریف انجیل میں یوں بیان ہوئی ہے:۔

"حضرت مسیح فرماتے ہیں میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ جو مجھ پر ایمان رکھتا ہے یہ کام جو میں کرتا ہوں۔ وہ بھی کرے گا۔ بلکہ اُن سے بڑے کام کرے گا (یوحنا $\frac{14}{12}$)

"اور ایمان لانے والوں کے درمیان یہ معجزے ہوں گے۔ وہ میرے نام سے بدروحوں کو نکالیں گے۔ نئی نئی زبانیں بولیں گے سانپوں کو اٹھائیں گے۔ اور کوئی ہلاک کرنے والی چیز پئیں گے تو انہیں کچھ ضرر نہ ہوگا۔ وہ بیماروں پر ہاتھ رکھیں گے تو اچھے ہو جائیں گے۔" (مرقس $\frac{16}{17-18}$)

"کیونکہ میں تم سے کہتا ہوں کہ اگر تم میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوگا تو اس پہاڑ کو کہو گے کہ یہاں سے سرک کر وہاں چلا جا۔ اور وہ چلا جائے گا۔ اور کوئی تمہارے لئے ناممکن نہ ہوگا۔" (متی $\frac{17}{20}$)

اس کے علاوہ سب سے زبردست نشانی یہ بتلائی

گئی ہے کہ مسیح کو پہن کر نہ کوئی مرد نہ عورت رہا۔ (گلتیوں ۳ باب ۲۸) اب ایک سچے ایماندار مسیحی کی تعریف واضح ہے۔ کیا فریق ثانی اپنے سچے مسیحی ہونے کا ثبوت دے گا۔ ہمارے لئے سچے مسلمان ہونے کی علامات جو قرآنِ مجید نے بیان کی ہیں۔ اُس کے مطابق ہم کو پرکھ لیں۔

سچے ایماندار مسلمان کی تعریف کے زیرِ عنوان آپ لکھتے ہیں۔ قرآنِ مجید میں یوں مرقوم ہے "کہا کہ میں ایمان لایا یہ کہ نہیں کوئی معبود مگر وہ جس پر ایمان لائے بنی اسرائیل اور میں مسلمانوں میں ہوں۔ (سورہ یونس ۹ آیت) اس سے آپ ثابت کرتے ہیں کہ ایک ہی خدا قابلِ پرستش ہے۔ جو ابراہیم۔ اسحٰق اور یعقوب و بنی اسرائیل کا واحد خدا کہلایا۔ جب تک بنی اسرائیل کے حقیقی خدا کی پہچان اور ایمان سے لطف اندوز نہ ہو مومن مسلمان کہلانے کا ہرگز حقدار نہیں۔ معترض صاحب کا یہ بیان بھی اُن کی کم علمی کی وجہ سے ہے۔ قرآن پاک نے ہرگز بنی اسرائیل کا خدا کہہ کر اُسے نہیں مانا بلکہ رب العالمین بیان فرمایا ہے۔ یہ قول تو فرعون کا ہے جبکہ وہ پانی میں ڈوبنے لگا تو اُس نے کہا۔ کہ میں اسرائیل کے خدا پر ایمان لایا کیونکہ اُس کا واسطہ بنی اسرائیل سے تھا اور کہا کہ میں ماننے والوں (فرمانبرداروں) میں سے ہوں۔ اس میں کہاں سچے مومن مسلمان کا ذکر ہے آپ صرف دھوکہ سے رسالہ مسیحی خادم کے ناظرین کو خوش کرنا چاہتے ہیں لیکن حقیقت کھل جانے پر سوائے شرمندگی اور رسوائی کے کچھ نہیں حاصل ہوگا۔

علماء کی آراء | آپ کہتے ہیں کہ چودہ سو سال میں تابعین قرآن غرضیکہ آج تک کوئی عالم یہ حیاتہ الصداقت پیش نہ کر سکا۔ کہ غیر اسرائیلی بھی نبی ہو سکتے ہیں۔ اس کا جواب تفصیل کے ساتھ لکھ چکا ہوں۔

قرآنِ پاک اور بائیبل کی گواہی آراء علماء سے زیادہ مستند ہے۔ پھر جبکہ پادری برکت اللہ صاحب ایم اے اور پادری جے علی بخش صاحب کے علاوہ پادری ڈاکٹر جے پیرسن سمتھ صاحب ڈی ڈی کی آراء الفرقان کے شائع شدہ مضمون کی ابتداء میں درج کر چکا ہوں اور وہ تسلیم کرتے ہیں کہ غیر بنی اسرائیلی نبی ہوتے ہیں مسلمان علماء میں سے جناب مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند اپنی کتاب مباحثہ شاہجہان پور میں حضرت کرشن کو نبی برحق بتاتے ہیں۔ (مباحثہ شاہجہان پور صفحہ ۳۱) حضرت مرزا مظہر جان جاناں وغیرہ بھی انہیں نبی مانتے ہیں۔ (مکتوبات مرزا مظہر جان جاناں مکتوب چہاردہم)

توحید کا غلط نظریہ کے زیرِ عنوان معترض صاحب لکھتے ہیں کہ توحید عددی کوئی بڑا اور ممتاز عقیدہ نہیں جناب من! حضرت مسیح نے تو یہ بتایا ہے کہ ہمیشہ کی زندگی یہ ہے۔ کہ وہ تجھ خدائے واحد اور برحق کو اور یسوع مسیح کو جسے تو نے بھیجا ہے جانیں۔ (یوحنا ۱۷/۳) واحد ایک عدد ہے اور اسی عددی توحید کو جناب مسیح ہمیشہ کی زندگی بتاتے ہیں۔ مسٹر ڈبلیو۔ بارووک صاحب نے اس حوالہ کو نقل کرتے وقت "ہمیشہ کی زندگی یہ ہے" کی بجائے "اس لئے آیا ہوں" لکھا ہے۔ یہ خیانت مجرمانہ اس لئے کی گئی کہ عددی توحید جس پر کہ اگر ہر مضمون کی تردید

کی زندگی بناتے ہیں چھپایا جائے۔ یوحنا ۵/۴۴ میں بھی خدا کو واحد بتایا ہے۔ مرقس ۱۲/۲۹ میں یسوع نے کہا۔ خداوند ہمارا خدا ایک ہی خدا ہے۔ کیوں صاحب ایک اور واحد عدد ہے یا نہیں؟ نیز بائیبل میں بہت سے حوالجات موجود ہیں جن میں خدا کو ایک واحد بیان کیا گیا ہے۔ بوجہ اختصار نظر انداز کرتا ہوں۔ خدا تعالیٰ کی مقدس ذات میں کثرت ماننا توحید الٰہی میں رخنہ اندازی اور شانِ الٰہی کے منافی ہے۔ اس طرح کثرت میں کوئی حد بندی نہیں رہتی۔ جب بقول معترض خدا تعالیٰ کی ذات میں کثرت ہے۔ تو وہ اسے تین تک ہی کیوں محدود رکھتے ہیں۔ انہیں چاہیئے کہ بے شمار خداؤں کو تسلیم کریں۔ انجیلوں میں تثلیث کا لفظ تک نہیں آیا۔ اور نہ ہی باپ۔ بیٹے اور روح القدس کو ایک کہا گیا ہے۔

پولوس کہتا ہے کہ ہر چند افلاک و زمین میں بہت سے خدا کہلاتے ہیں۔ چنانچہ بہتیرے خدا اور بہتیرے خداوند لیکن ہمارا ایک خدا ہے۔ جو باپ ہے۔ اور ایک خداوند جو یسوع ہے (۱۔ کرنتھیوں ۸/۵-۶) اس عبارت میں بہت سے خداؤں کا اقرار ہے جو آسمان پر جہاں خدا باپ رہتا ہے اور زمین پر بھی ہیں اُن میں صرف دو خداؤں کو چن لیا گیا ہے۔ اور اس انتخاب میں تیسرے خدا یعنی روح القدس بچارے کا کوئی نام نہیں ایک خدا باپ اور دوسرا اس کا بھیجا ہوا یسوع خداوند ہے بس تیسرا ختم۔

۱۱ | معترض صاحب نے مسیحی اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود حضرت مرزا غلام احمد صاحب علیہ السلام کے بارہ میں لکھا ہے۔ کہ نیز القائے شیطانی کا اعتقاد بھی موجود ہے۔ اور نہ معلوم وہ القاء کتنا زیادہ ہوا۔ یہ اعتراض آپ کی اندرونی تصویر ہے۔ جو وہ احمدیت کے آئینہ میں اپنے اور اپنے مسیحی ہم عقیدہ لوگوں کے لئے دیکھ رہے ہیں۔ ہم لوگ تو نبیوں پر القائے شیطانی ہونے کا عقیدہ نہیں رکھتے۔ ہاں مسیحیت کا شیطان کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ شیطان کا نام لعین اسلئے ہے کہ وہ لعنتی ہے۔ مضمون کے ابتداء میں آپ نے شیطان کو لعین علیہ اللعنۃ کہا ہے لیکن بقول پولوس رسول (نعوذ باللہ) یسوع مسیح بھی لعنتی ہوا (گلتیوں ۳/۱۳) اب نتیجہ معترض صاحب کے سامنے ہے۔ انجیل میں شیطان کو جہان کا خدا بتایا گیا ہے (۲۔ کرنتھیوں ۴/۴) اسی خدائی میں جناب یسوع بھی قیام فرما تھے۔ شیطان کے فرشتے بھی ہیں۔ (متی ۲۵/۴۱) اور ساری دنیا شیطان کے قبضہ میں پڑی ہوئی ہے۔ (۲۔ یوحنا ۵/۱۹) لطف یہ کہ شیطان نورانی فرشتہ کی شکل بنا لیتا ہے (۲۔ کرنتھیوں ۱۱/۱۴) ہو سکتا ہے کہ جس کلام کو خدا کے فرشتے کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ وہ نورانی فرشتہ شیطان ہی ہو۔ حضرت مسیح کو یہوداہ کے قبیلے کا ببر کہا گیا ہے (مکاشفہ ۵/۵) لیکن شیطان کو گرجنے والا شیر ببر بتایا ہے۔ (۱۔ پطرس ۵/۸) شیطان کی طاقت اور جبروت کی وجہ سے حضرت مسیح کہتے ہیں۔ کہ شریر کا مقابلہ نہ کرنا (متی ۵/۳۹) اور شیطان کی تابع مرضی جہاں وہ لے جاتا ہے۔ آپ اس کے پیچھے پیچھے تشریف لے جاتے ہیں۔

چنانچہ لکھا ہے۔ شیطان نے آپ کو اونچے پہاڑ پر لے جا کر دنیا کی ساری بادشاہتیں پل بھر میں دکھائیں۔ (لوقا ۴/۵) گویا تمام دُنیا کی بادشاہتیں شیطان کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ اس نے ایک ناممکن بات کو ممکن بنا دیا۔ باوجودیکہ زمین گول ہے اُس نے پل بھر میں آپ کو اونچے پہاڑ پر کھڑا کر کے سب کچھ دکھا دیا۔ ساری بائیبل چھان مارو ایک ایک صفحہ کی ورق گردانی کرو۔ بنی اسرائیل کے خدا باپ اور اس کے بیٹے جناب یسوع اور اس کے نبی کسی کو ایسا اقتدار اور اختیار قدرت اور جبروت حاصل نہیں جیسی کہ شیطان لعین کو حاصل ہے۔ ایسے صاحب اختیار کا اپنے کمزور دستوں پر القا کرنا کونسا مشکل امر ہے۔ خدا نے داؤد کے دل میں ڈالا (۲۔ سموایل ۲۴/۱) اسی کو (تواریخ ۲۱/۱) میں شیطان کا قول بتایا ہے۔ اتنی محویت ہے۔ کہ شیطان اور خدا کے قول میں کچھ تمیز باقی نہیں۔ شیطان تھوڑے وقت کے لئے حضرت مسیح سے جدا ہوا (لوقا ۴/۱۳) کیسی اچھی رفاقت ہے۔ یہوداہ اسکریوطی شاگرد میں شیطان سمایا (یوحنا ۱۳/۲، ۲۷) اس نے آپ کو پکڑوایا (متی ۲۶/۴۷)۔ یہ شیطان کی ہی مہربانی تھی کہ وہ عیسائیوں کی نجات کا وسیلہ بنا اگر وہ یہوداہ میں نہ سماتا۔ اور وہ یسوع کو گرفتار کروا کو صلیب پر نہ کھنچواتا تو کفارہ ادا نہ ہوتا۔ تمام مسیحی نجات نہ پاتے گویا جنت سے خارج کروانے والا شیطان ہی جنت میں داخل کرنے کا موجب بنا۔ حضرت مسیح نے پطرس پر کلیسیا قائم کرنے اور اُسے جنت کی چابیاں دینے کا وعدہ کیا۔ (متی ۱۶/۱۸-۱۹) اسی پطرس کو آپ نے شیطان کے لقب سے سرفراز کیا (متی ۱۶/۲۳) گویا جنت کی چابیاں شیطان کے ہاتھ میں ہیں جس کو چاہے داخل کرے اور جسے چاہے نکال دے۔ کیونکہ اُس سے بھلائی کی امید فضول ہے۔ اس زمین پر خدا باپ کی بادشاہت نہیں۔ اسی لئے کہا ہے ہمارے باپ تو جو آسمان پر ہے۔ تیری بادشاہت آئے۔ اور تیری مرضی جیسی آسمان پر پوری ہوتی ہے۔ زمین پر بھی پوری ہو (متی ۶/۹) اور حضرت مسیح بھی کہتے ہیں کہ میری بادشاہت اس دنیا کی نہیں (یوحنا ۱۸/۳۶) اس دُنیا کا خدا شیطان ہے۔ (۲۔ کرنتھیوں ۴/۴) کیا عیسائیت کا سارا دارومدار ہی شیطان پر ہے؟ جدھر دیکھو شیطان ہی نظر آتا ہے۔ چنانچہ اب تو مسیحیوں نے اقرار بھی کر لیا ہے "پس ظاہرہ طور پر ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ تثلیث کے اصول کا موجد شیطان ہے" (خدا سچا ٹھہرے ص ۱۰۱)

توریت میں جہاں خدا نے اپنے لئے قربانیوں کے گذراننے کا حکم دیا ہے۔ وہاں شیطان کو بھی نظرانداز نہیں کیا۔ بلکہ فرمایا کہ شیطان کے لئے بکرا جنگل میں چھوڑ دو۔ (احبار ۱۶/۸) مسیحی عالموں نے شیطان سے مراد جناب یسوع لئے ہیں۔ (تفسیر احبار ص ۱۱۶ مصنفہ پادری جے۔ جے۔ رکوکس) نیز پولوس رسول تھسلنیکیوں میں لکھتا ہے۔

کہ میں نے دو دفعہ تمہارے پاس آنا چاہا۔ مگر شیطان نے روکے رکھا (۱۔ تھسلنیکیوں ۲/۱۸) صاف معلوم ہوگیا کہ جناب پولوس پر شیطان کا تسلط تھا۔ قرآن پاک تو کہتا ہے کہ شیطان خدا کے بندوں پر کچھ اثر نہیں رکھتا۔ آپ کہتے ہیں کہ اگر ہر مضمون کی تردید

کامل سُننے کا اشتیاق رکھتے ہوں تو الفرقان میں اسکی اشاعت کا انتظام کر کے مطلع کریں۔ الفرقان جیسے بلند معیار کے رسالہ میں آپ کے اخلاق سے گرے ہوئے مضامین کی گنجائش نہیں۔ بد زبانی تو رسالہ مسیحی خادم کے ناظرین کو ہی زیبا دیتی ہے۔

"جب کرپان چلتی تھی"

بقیہ صت ۲۶

کیونکہ آج کل لیڈری میں بڑے مزے ہیں اور مرغے صرف لیڈر ہی کھا سکتے ہیں۔ ہر نتھو خیرا انہیں کھا سکتا۔

مسلمانو! آنکھیں کھولو اور نوشتہ بر دیوار پڑھو قوموں کی۔ خود اپنی تاریخ پر نظر ڈالو۔ جب تم میں اتحاد تھا۔ تو تم نے کئی گنا زیادہ طاقتور دشمنوں کے چھکے چھڑا دیئے لیکن جب تم نے پیٹ کی خاطر لڑنا شروع کر دیا۔ تو تمہیں مار پڑنے لگ پڑی۔ مت بھولو کہ ماضی میں جب تمہاری کسی دشمن سے ٹکر ہوتی تو اُس نے تمہیں صرف تمہارے نام سے ہی مسلمان قرار دیا اور تمہارے شیعہ، سُنی، سُرخ یا گلابی ہونے کی پرواہ نہ کی۔ اور آئندہ بھی اگر خدانخواستہ کبھی ایسا ہؤا تو وہ ایسا ہی کرے گا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار!

(نوائے وقت لاہور ۲۵ نومبر ۱۹۵۵ء)

شیعہ اور سُنی احباب سے دردمندانہ درخواست

اس وقت ملک میں شیعہ سُنی تصادم کا خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ اور یہ صورت بہرحال ملک کے لئے مضر ہے۔ بعض علماء کا یہ خیال سراسر غلط ہے۔ کہ وہ دوسرے فرقہ کے خلاف اشتعال انگیزی کر کے اپنی مقبولیت میں اضافہ کر لینگے ممکن ہے کہ عارضی طور پر اس سے فائدہ اٹھایا جا سکے مگر حقیقی اور مستقل طور پر یہ طریق سراسر غلط اور نقصان دہ ہے ختم نبوت کی تحریک کے نام سے جو اشتعال انگیزی کی گئی تھی۔ اس کا نتیجہ سب کے سامنے ہے۔

پاکستان اس وقت ایک نازک دور میں سے گزر رہا ہے۔ اہل ملک کو اگر کسی وقت بھی باہم صلح و اتحاد سے رہنے کی ضرورت نہ تھی تب بھی یہ ایسا وقت ہے۔ کہ اس میں باہم اتحاد، یگانگت اور اتفاق لازمی ہے۔ ورنہ خطرہ ہے کہ اس خداداد سلطنت کے استحکام اور شاندار مستقبل کی توقعات خاک میں مل جائیں۔

شیعہ اور سُنی اخبارات سے ہماری دردمندانہ درخواست ہے کہ وہ مذہبی اور ملکی مفاد کی خاطر اپنے جوشوں کو قابو میں رکھیں اور منافرت کی خلیج کو پاٹنے کی بجائے اسے اور وسیع نہ کریں۔ سُنی رسالہ الفاروق چوکیرہ ضلع سرگودہا نے گزشتہ دنوں اپنے ایک مضمون میں قابل صد احترام خواتین مبارکہ اہل بیت نبوی رضی اللہ عنہن کے بارے میں جو ایک نازیبا، گھناؤنا اور قابل نفرت فقرہ لکھ دیا تھا۔ اس پر اس نے اظہار ندامت کر دیا ہے اس لئے ہم شیعہ اخبار صداقت گوجرہ سے بھی درخواست کرتے ہیں کہ وہ بھی اب اس موضوع کو طول نہ دیں اور آئندہ کے لئے مقدور بھر کوشش کی جائے کہ کوئی شخص اپنے عقائد کے بیان میں یا دوسرے کے عقائد پر اعتراض کرنے میں اخلاق اور شرافت اور تہذیب سے تجاوز نہ کرے کیونکہ بد تہذیبی اور گالی گلوچ کا طریق بہرحال مضر اور مہلک ہے۔ وما علینا الا البلاغ المبین۔

مومنوں کے لئے تازیانۂ عبرت

ذیل کا مضمون معاصر روزنامہ "نوائے وقت" لاہور مؤرخہ ۲۵ر نومبر ۵۸ء میں شائع ہوا ہے۔ ضروری نہیں کہ ہم اسکی ہر جزو سے متفق ہوں مگر اس مضمون کی رُوح نہایت قابلِ قدر ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ مسلمان فرقوں کو باہمی اتحاد کیلئے مسلمان کی وسیع تعریف کو اپنانا چاہیئے۔ جو شخص اپنے آپکو مسلمان کہے اُسے مسلمان سمجھنا چاہیئے۔ مضمون نگار نے عمدہ پیرایہ میں بتایا ہے کہ اسلام کے دشمن مسلمانوں کے فرقوں میں کوئی امتیاز نہیں رکھتے بلکہ وہ سب مسلمان کہلانے والوں کو ایک ہی سلوک کا مستحق سمجھتے ہیں۔ کیا غیر مسلموں کی یہ روش بھی مسلمانوں کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی نہیں۔ اصل بات تو یہ ہے۔ کہ جب تک اغراض پرست لیڈر اور علماء اپنی ذہنیت کو نہ تبدیل کریں گے مسلمانوں میں اتحاد ناممکن نظر آتا ہے لیکن وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیز ——— (ادارہ)

سُنتے آئے تھے کہ سکھوں کی عقل عام طور پر موٹی ہوتی ہے اور اس بارہ میں بہت سے لطیفے زبان زدِ خلق رہے ہیں۔ اس بات کی حقیقت خواہ کچھ بھی ہو۔ لیکن یہ ماننا پڑے گا کہ کم از کم ایک معاملہ میں سکھ کی نگاہ میں بلا کی تیزی اور حقیقت شناسی تھی۔ اور آج سے گیارہ برس پہلے اُس نے ایک ایسا بھید سمجھ لیا جس کو خود مسلمان پاکستان بننے سے قریباً گیارہ برس بعد تک بھی نہیں سمجھ سکے۔

آج کل ہمارے اخبارات میں اِس قسم کی خبریں شائع ہو رہی ہیں کہ فلاں جگہ مسلمانوں کے ایک فرقہ کے کچھ لوگ دوسرے فرقہ کے قابلِ عزت بزرگوں کی توہین کرنے پر مُصر ہیں۔ یا فلاں قصبہ میں ایک فرقہ کے سُورماؤں نے دوسرے فرقہ کی مسجد پر جبراً قبضہ کر لیا۔ یا یہ فرقہ اس فرقہ کو کافر قرار دیتا ہے۔ اور اس فرقہ کو فلاں فرقہ کے اسلام پر شک ہے۔ یا ایک فرقہ کے ایک نمازی نے دوسرے فرقہ کے خطیب پر حملہ کر دیا۔ اور ایک بے گناہ شخص صرف اس لئے قتل کر دیا گیا۔ کہ وہ ایک فرقہ سے دوسرے فرقہ میں شامل ہو گیا تھا۔ وغیرہ وغیرہ۔

یہ تو خیر نسبتاً کم تعلیم یافتہ لوگوں کا حال ہے۔ اب ذرا تعلیم یافتہ طبقہ کی حالت ملاحظہ ہو۔ یہ طبقہ اکبر الہ آبادی کے اِس شعر کی مُنہ بولتی تصویر ہے ؎

نہ نماز ہے۔ نہ روزہ۔ نہ زکات ہے۔ نہ حج ہے
تو خوشی پھر اس کی کیا ہو۔ کوئی جنٹ کوئی جج ہے

ہمارے مولوی تو ایسے مسائل پہ مسلمانوں کو ایک دوسرے سے لڑا رہے ہیں کہ پیغمبرِ اسلامؐ غیب دان تھے یا نہیں! اور

یہ طبقہ سرے سے نبوت کا ہی منکر ہو رہا ہے۔ اور اسلام کو ملائیت کہتا ہے۔ اور ایک پکے ہوئے پھل کی طرح الحاد اور کمیونزم کی گود میں گرنے کے لئے بیتاب ہے۔

مذہبی فروعی اختلافات کی بنا پر فرقوں میں بٹنے نے قطع نظر نسلی۔ علاقائی۔ لسانی وجوہ پر گروہ سازی کا رجحان بھی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ مثلاً پٹھان۔ بلوچی۔ سندھی۔ پنجابی۔ ریاستی۔ بنگالی وغیرہ۔ پھر پاکستان بننے کے گیارہ برس بعد بھی مسلمانوں کی دو بڑی قسمیں بدستور چلی آتی ہیں۔ یعنی (۱) مقامی اور (۲) مہاجر۔ اور اسوقت ان دونوں میں ایک دوسرے کے لئے زیادہ محبت موجود نہیں۔ پھر ان مہاجروں کی بھی مختلف قسمیں ہیں مثلاً امرتسری مہاجر۔ کرنال کے مہاجر۔ یوپی کے مہاجر وغیرہ۔ اور جب کوٹھی الاٹ کرانے کا سوال ہو تو کرنال کا مہاجر امرتسر کے مہاجر کو ترچھی نظر سے دیکھتا ہے۔ اور یوپی کا مہاجر سوائے یوپی والوں کے کسی اور کو مہاجر ہی نہیں مانتا۔

ان فرقہ بندیوں کے علاوہ سیاسی فرقہ بندی بھی آجکل اپنے پورے جوبن پر ہے اور سیاسی طور پر مسلمانوں کی حسب ذیل قسمیں ہیں۔ مسلم لیگی۔ عوامی لیگی۔ ری پبلکن نیشنل عوامی۔ جماعت اسلامی وغیرہ۔ اور بظاہر یہ سب نیک اور اچھے مسلمان ہیں اور اسلام کی خدمت کرنے پر سب یکساں طور پر بے چین نظر آتے ہیں لیکن یہ سب بھی ایک دوسرے سے دست بگریباں ہیں۔ اور ایک گھر میں اگر ایک بھائی لیگی ہے تو دوسرا ضرور ری پبلکن ہوگا۔

الغرض ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت یہاں یا تو سنی بستے ہیں یا شیعہ۔ یا بریلوی یا دیوبندی۔ یا اہل حدیث وغیرہ۔ اور اگر ایک فرقے کی دوسرے فرقہ کے متعلق رائے پر اعتبار کر لیا جائے تو یہاں کوئی شخص بھی مسلمان نہیں۔ اسی طرح یہاں یا تو پٹھان رہتے ہیں یا سندھی۔ بلوچی۔ پنجابی بنگالی۔ مقامی یا مہاجر۔ لیکن پاکستانی کوئی بھی نہیں۔

مسلمانوں کے مندرجہ بالا گروہ۔ فرقے اور اقسام خود مسلمانوں کے اپنے نزدیک مسلمہ ہیں۔ لیکن پاکستان کی پیدائش کے وقت گیارہ برس قبل مشرقی پنجاب۔ جموں یا ہندوستان کے دیگر مقامات پر مسلمانوں کی نسل کشی کی مہم کے دوران میں سکھوں نے کبھی یہ فرقے اور گروہ تسلیم نہیں کئے تھے۔ اور سکھ کے نزدیک لفظ مسلم کی تعریف ہماری اپنی تعریف سے کہیں زیادہ جامع اور مانع تھی۔ سکھ کے نزدیک ہر وہ شخص جس کا نام مسلمانوں جیسا تھا "مسلا" تھا۔ گو آج پاکستان بننے کے گیارہ برس بعد بھی ایک فرقہ کا مسلمان دوسرے فرقہ کے مسلمان کو پہچاننے میں ذرا دقت محسوس کرتا ہے لیکن سکھ نے ایک مسلمان کی شناخت میں کبھی دقت محسوس نہیں کی تھی۔ اُسے ایک محمد عمر یا نذر حسین میں کبھی کوئی فرق نظر نہ آیا۔ اور سکھ کی کرپان نے شیعہ یا سنی خون میں کوئی امتیاز روا نہ رکھا تھا۔ اس وقت کبھی یہ نہیں سنا گیا تھا کہ سکھوں نے صرف دیو بندی مکتبِ فکر کی عورتیں اغوا کیں اور بریلوی عقیدہ والی عورتوں کو ماں بہن بنا لیا۔ یا صرف پنجابی مسلمان شہید کئے اور اگر پٹھان ہتھے چڑھ گیا تو اُسے جانے دیا۔ یا صرف امرتسر میں مسلمانوں کے مکان نذرِ آتش کئے اور دہلی والے مسلمان اپنی خوشی سے بھاگ آئے۔

جو لوگ ہندوستان سے مہاجر بن کر آئے ہیں، آپ کو ان میں ہر فرقہ کے مکتبِ فکر کے لوگ نظر آئیں گے۔

مثلاً شیعہ سُنی حنفی - دیوبندی - بریلوی - اہل حدیث - چشتی - قادری وغیرہ - حتیٰ کہ قادیانی احمدی بھی - جن کو اسلام سے باہر نکالنے پر مندرجہ بالا سب فرقے متفق ہیں - ان لوگوں کے سب مقاماتِ مقدسہ بہشتی مقبرہ - منارۃ المسیح وغیرہ قادیان میں ہی ہیں - اور ہر حاکم وقت کی غیر مشروط اطاعت ان کی مذہبی تعلیمات کا جزو ہے - اس لئے یہ لوگ قادیان میں ہی وفادار شہریوں کی طرح رہنا چاہتے تھے - لیکن سکھوں کی عالی ظرفی ملاحظہ ہو - انہوں نے ...... اُن کو بھی "مُسلا" ہی قرار دیدیا اور قادیان سے بھگا دیا - مہاجروں میں دہریہ - سُرخ - یا گلابی رنگ کے مسلمان بھی نظر آتے ہیں - ترقی پسند ادیب بھی موجود ہیں - یہاں تک کہ سعادت حسن منٹو جیسے بے ضرر مسلمانوں کو بھی سیدھے" باجو سے بمبئی کی فلمی اور خالصتہً غیر مذہبی دُنیا سے (جہاں راج کپور - افضل وغیرہ سب ایک ہی گھاٹ پر پانی پیتے ہیں) پاکستان آنا پڑا - سکھوں نے اس بات کا کبھی لحاظ نہیں کیا تھا کہ فلاں شخص دہریہ مسلمان ہے اور پیغمبر اسلامؐ کو محمد صاحب کہہ کر پکارتا ہے - اس لئے اسے تو کچھ نہ کہو - اُن کے نزدیک مسلمانوں جیسا نام ہونا ہی مسلمان ہونے کا کافی ثبوت تھا۔

کیا یہ حقیقت مسلمانوں کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی نہیں ؟ کیا پاکستان کا مطالبہ اسی اصول پر مبنی نہ تھا کہ ہم مسلمان بلحاظ مذہب - ثقافت - روایات - نام - خوراک - لباس - وغیرہ ایک علیحدہ قوم ہیں - کیا اُس وقت ہمارے اپنے ذہن میں لفظ مسلم کی تعریف کلمہ گو نہ تھی - ایک خدا اور ایک رسولؐ ہوتے ہوئے کیا مسلمان ایک نہیں ہوسکتے؟ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ "میری رسّی کو مضبوطی سے پکڑو" اور "سیسہ کی پلائی ہوئی دیوار کی طرح بن جاؤ" - ہمارے پیغمبرؐ فرماتے ہیں کہ سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں ! اور ہم ہیں کہ ریت کے ذرّوں کی طرح ہر ہوا کے آگے اُڑتے پھرتے ہیں -

قائدِ اعظم علیہ الرحمۃ پیدائش کے اعتبار سے شیعہ تھے لیکن انہوں نے ملک و ملت کے وسیع تر مفاد کے پیشِ نظر دوسرے فرقوں کے اماموں کے پیچھے نمازیں پڑھیں - اور یہ قائدِ اعظم کی بالغ نظری کا ہی نتیجہ تھا کہ راجہ غضنفر علی اور شیخ کرامت علی مرحوم جیسے شیعہ لیڈر اور مولانا شبیر احمد عثمانی مرحوم اور مولانا داؤد غزنوی جیسے سُنی علماء ایک ہی پلیٹ فارم پر جمع ہو گئے -

• لیکن اب قائدِ اعظم کی وفات کے چند برس بعد ہی پھوٹ کے آثار نمایاں ہو چکے ہیں اور جوتیوں میں دال بٹنے لگی ہے - کوئی شخص اہل سنت والجماعت کے حقوق کے غم میں گھلا جا رہا ہے تو کسی کے پیٹ میں شیعہ حقوق کی حفاظت کا مروڑ اُٹھ رہا ہے - کسی کو پٹھانوں بلوچیوں وغیرہ کے حقوق کا غم کھائے جا رہا ہے - کوئی مہاجروں کے حقوق کی ڈفلی بجا رہا ہے - الغرض جتنے مُنہ اتنی باتیں ہیں اور بھانت بھانت کی بولیاں ہیں - لیکن اگر ذرا گہری نظر سے دیکھا جائے تو اُن میں سے کسی کو نہ تو سُنیوں سے کوئی خاص محبت ہے نہ شیعوں سے زیادہ لگاؤ - نہ پٹھانوں کی زیادہ فکر - نہ مہاجروں سے خاص دلچسپی - ان ساری انتشار انگیز سرگرمیوں کا فقط ایک ہی راز ہے یعنی "روزی" تو کسی طور کما کھانے کے ہتھکنڈے - یہ سب کچھ پیٹ کی خاطر ہو رہا ہے - محض لیڈری کے لئے - (باقی صفحہ ۳۲ پر)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک رؤیا کا عجیب ظہور!

ماہ اکتوبر ۱۹۰۲ء کا رؤیا :-

"دیکھا کہ قدرت اللہ کی بیوی روپوں کی ایک ڈھیری میرے پیش کرتی ہے۔ اس میں ایک لکڑی بھی ہے۔"

یہ رؤیا تذکرہ صفحہ ۴۶۵ پر شائع شدہ ہے۔ تذکرہ کے مرتب کرنے والے بزرگ نے اس رؤیا پر اپنے نوٹ میں لکھا ہے :-

"قدرت اللہ سے مراد میاں قدرت اللہ خان مرحوم شاہجہان پوری ہیں۔ جو ہجرت کر کے قادیان آ گئے تھے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دروازہ کی دربانی کرتے تھے۔"

کشوف و رؤیا صالحہ کی تعبیر بعض ناموں کے معنوں سے بھی ہوتی اور موسوم افراد سے بھی بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ رؤیا میں نظر آنیوالے افراد کی اولاد یا ہم نام کے ذریعہ سے بھی رؤیا پورے ہوتے ہیں۔

مذکورہ بالا رؤیا کا ایک عجیب ظہور پچھلے دنوں اس طرح ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مکرم مولوی قدرت اللہ صاحب سنوری کو اس رؤیا کو اپنے ایک ظاہری رنگ میں پورا کرنے کی توفیق بخشی جس کا انہوں نے انصار اللہ کے سالانہ اجتماع ۲۷ اکتوبر ۱۹۵۱ء میں بھی ذکر کیا۔ انہوں نے بتایا کہ ان کے لڑکے مکرم مسعود احمد صاحب خورشید علاوہ دیگر قربانیوں کے اس رؤیا کو ظاہری طور پر پورا کرنے کیلئے بہت جلد اپنی والدہ محترمہ کے ذریعہ مبلغ دو ہزار روپیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذریت طیبہ کی خدمت میں پیش کرنے ہیں۔ یہ رقم مورخہ ۳ ، نومبر ۱۹۵۱ء کو مکرم مولوی قدرت اللہ صاحب کی اہلیہ صاحبہ کی طرف سے بطور نذرانہ بتفصیل ذیل نقد پیش ہو چکی ہے

۱۔ آٹھ صد روپیہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز بحیثیت خلیفۃ المسیح

۲۔ تین صد روپیہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب فرزند اکبر حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔

۳۔ تین صد روپیہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے فرزند دوم " " " "

۴۔ تین صد روپیہ حضرت مرزا شریف احمد صاحب فرزند سوم " " " "

۵۔ ڈیڑھ صد روپیہ حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ دختر " " " "

۶۔ ڈیڑھ صد روپیہ حضرت سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ دختر " " " "

یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے کہ اس نے مولوی قدرت اللہ صاحب کے گھر والوں کو اس رؤیا کے اس طرح ظاہری طور پر بھی پورا کرنے کی توفیق بخشی ہے۔ جزاہم اللہ خیرا۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے نے مولوی قدرت اللہ صاحب کو اپنے خط محررہ ۵ دسمبر ۱۹۵۱ء میں تحریر فرمایا ہے :-

"میں تو سمجھتا تھا کہ قدرت اللہ سے غالباً قدرت اللہ خان صاحب شاہجہان پوری مراد ہیں۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ڈیوڑھی میں رہتے تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے یہ توفیق آپ کو دے دی۔"

اس سعادت کے حاصل ہونے پر ہم حضرت مولوی قدرت اللہ صاحب سنوری اور ان کے خاندان کو مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

(خاکسار ابو العطاء جالندھری)

ایک نیا خاص رسالہ

لا نسخ فی القرآن

قرآن مجید میں کوئی منسوخ آیت نہیں ہے

رسالہ الفرقان کا آئندہ نمبر ایک خاص نمبر ہوگا۔ اس میں اس اختلافی مسئلہ پر سیر حاصل بحث ہوگی کہ آیا قرآن مجید میں کوئی منسوخ آیت ہو سکتی ہے۔ پہلے مفسرین کے نظریہ کا بھی جائزہ لیا جائے گا۔ اس مضمون میں محترم قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری نے واضح دلائل پیش کر کے ثابت کیا ہے کہ قرآن مجید کی کوئی آیت منسوخ نہیں ہے۔

یہ رسالہ سالانہ جلسہ شنہ پر دفتر الفرقان سے حاصل ہو سکیگا۔ الفرقان کے پہلے خریدار اور نئے بننے والے خریدار یہ رسالہ اپنے چندہ میں حاصل کر سکیں گے۔ صرف اس خاص رسالہ کی قیمت دس آنہ ہوگی۔

رسالہ کا سالانہ چندہ پانچ روپے ہے

مینجر رسالہ الفرقان۔ ربوہ

احمدی بچوں اور بچیوں کا رسالہ

تشحیذ الاذہان

نہایت دلچسپ اور بچوں اور بچیوں کیلئے بہترین مربی ہے۔ مذہبی تربیت کے علاوہ بچوں کے ذوق کے مطابق ان کی علمی ترقی اور ذہانت کے اضافہ کا رسالہ میں مکمل سامان موجود ہوتا ہے۔

سالانہ چندہ پانچ روپے پیشگی ہے۔

دیگر ممالک سے بارہ شلنگ

نمونہ کیلئے آٹھ آنے کے ٹکٹ ارسال فرمائیں!

مینجر رسالہ تشحیذ الاذہان

ربوہ

مرکز جماعت سے عربی زبان کا رسالہ

البشریٰ

اس رسالہ کا نصب العین قرآن مجید کی تفسیر اور اصولِ دین کی تبلیغ ہے۔ جماعت احمدیہ کی تبلیغی مساعی کی نشر و اشاعت اور مخالفینِ اسلام کے اعتراضات کا جواب اس کا اہم ترین مقصد ہے۔

پاکستان اور دیگر اسلامی ممالک میں رابطہ پیدا کرنا بھی اس کے مدنظر ہے۔

یہ رسالہ فی الحال سہ ماہی ہے۔ سالانہ چندہ پانچ روپے مقرر ہے۔

مینجر رسالہ "البشریٰ"

ربوہ۔ پاکستان

(طابع و ناشر ابو العطاء جالندھری نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ سے چھپوا کر دفتر الفرقان ربوہ ضلع جھنگ سے شائع کیا)